ایچ اقبال

PRAMOD SERIES
CK PRODUCTIONS QUETA

جاسوسی نشست
JASOOSI NASHIST

سیکرٹ فائل

https://boldromanticnovels.pk/

✶✶✶✶

بلگارنیہ کی سیکرٹ سروس کے ذہین اور خوب رو سیکرٹ ایجنٹ کیپٹن پرمود نے لفٹ میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور لفٹ چلا دی۔ وہ یوں جلدی جلدی سگریٹ کے کش لینے لگا جیسے اسے جلد از جلد ختم کر لینا چاہتا ہو۔ جب لفٹ رکی تو وہ چار پانچ گہرے گہرے کش لے چکا تھا۔ لفٹ سے نکل کر وہ اس راہداری میں مڑ گیا جس کے آخری سرے پر بالکل سامنے ایک دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس دروازے والے کمرے کے اندر ایک اور دروازہ تھا اور اس کے بعد پھر ایک!

پرمود کی منزل وہی تیسرا کمرہ تھا، لیکن اس کمرے میں داخل ہونے سے قبل اس کو پانچ منٹ تک درمیانی کمرے میں انتظار کرنا پڑا۔

پانچ منٹ بعد...

سیکرٹ سروس کے چیف کی بارعب شخصیت نے آنکھوں کے اشارے سے پرمود کو بیٹھنے کی اجازت دی۔

"یہ میجر ریحان کی سروس فائل ہے"۔

اس نے اپنے سامنے میز پر رکھی ہوئی فائل اٹھا کر پرمود کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شاید تم اس فائل کو دیکھ کر میجر ریحان کے ماضی سے باخبر ہونا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں چیف!"

"خیر دیکھ لینا۔ ویسے میں تم کو بتا دوں کہ میجر ریحان کا ماضی بے داغ اور ریکارڈ بہت عمدہ ہے۔ سیکرٹ سروس میں کسی ایسے آدمی کو لیا ہی نہیں جا سکتا جس کا ماضی داغ دار ہو"۔

"میں جانتا ہوں چیف!... میجر ریحان کا ماضی اس لیے جاننا چاہتا ہوں کہ اس کی شخصیت کو اچھی طرح سمجھ سکوں۔ اس طرت مجھے اپنا کام کرنے میں آسانی ہو گی"۔

"ٹھیک ہے"۔ چیف نے سر ہلا دیا۔ "مگر تم کو میجر ریحان پر شبہہ کیوں ہوا تھا۔ کیا تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے گڈ نائٹ کلب گئے تھے؟"۔

"جی نہیں!۔ اس دن تو میں اتفاقاً ہی وہاں پہنچ گیا تھا اور میجر ریحان کو قمار بازی میں لٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر دوسرے اور تیسرے دن میں اس کا تعاقب کر کے وہاں پہنچا تھا اور میں نے اس کی ہار دیکھی تھی۔ پہلی رات کو تو میجر ریحان کھیل میں اس درجے کھویا رہا تھا کہ مجھے نہ دیکھ سکا۔ لیکن

دوسری اور تیسری رات کو خود میں نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر جب وہ راجیشیا کے سفارت خانے کے آدمی سے ملا ہے، اس وقت بھی میں نے خود کو پوشیدہ رکھا تھا"۔

"کیا تمھیں یقین تھا کہ وہ ایسا کرے گا؟"

"نہیں چیف! مجھے خاص طور سے تو اس بات کا خیال نہیں آیا تھا۔ میں نے تو یہ سوچ کر اس کی نگرانی شروع کی تھی کہ وہ کوئی ایسا بے تکا کام نہ کر گزرے جس سے سروس کے مفاد کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ ایسے حالات میں آدمی سے غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں، جب اس کا دماغ پراگندہ ہو۔ قمار بازی نے میجر ریحان کو بالکل تباہ کر دیا ہے۔ لیکن موجودہ صورتحال مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر رہی ہے کہ میجر ریحان اپنے حالات کو متوازن کرنے کے لیے اپنے ملک سے غداری کرنے کا مرتکب نہ ہو جائے۔ آخر وہ راجیشین سفارت خانے کے اس آدمی سے کیوں ملا تھا؟"۔

"یہ واقعی قابلِ غور اور تشویش کن مسئلہ ہے"۔ چیف نے اپنے سر کو اثباتی حرکت دی۔

"اب مجھے اجازت ہے؟" پرمود نے کہا۔

"نہیں ٹھہرو"۔ چیف کے ہونٹوں پر نہ جانے کیوں مسکراہٹ کی ایک خفیف سی لیکر کھنچ گئی۔

"میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں"

"میجر ریحان سے متعلق؟"

"نہیں"

پرمود خاموشی سے چیف کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم ڈی سیکشن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"۔ چیف نے اچانک سوال کیا۔

پرمود کا منہ یوں کھل گیا جیسے یہ سوال اس کی توقّع کے خلاف ہو۔

"ڈی" سیکرٹ سروس کے ایک اہم سیکشن کا نام تھا۔ چیف مسکراتا ہوا جواب طلب نظروں سے پرمود کی طرف دیکھتا رہا۔ چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد!

"میں اس سیکشن کے بارے میں بس اتنا ہی جانتا ہوں جتنا سروس کے دوسرے لوگ جانتے ہیں"۔ پرمود نے جواب دیا۔

"ڈی سیکشن ہمارے محکمے کا ایک پراسرار سیکشن ہے جس کے بارے میں تفصیلات شاید کوئی نہیں جانتا۔

ڈی سیکشن میں کتنے آدمی کام کرتے ہیں، یہ بات کسی کو نہیں معلوم۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بھی ہم ہی لوگوں میں سے ہیں، لیکن اپنی شخصیت کو راز میں رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ڈی سیکشن والی شخصیت کو.....“

”ٹھیک“ چیف نے سر ہلایا ”اور کچھ؟“

”آخری بات یہ کہ اس سیکشن کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔ بس میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا“۔

”حالانکہ آج کل تم جو کام کر رہے ہو، وہ دراصل ڈی سیکشن کے فرائض میں داخل ہے“

”میں اس بات کو پوری طرح نہیں سمجھ سکا چیف“

”ڈی سیکشن کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ سروس کے دوسرے آدمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور ان سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہونے نہ دیں جس سے ملک یا سروس کے مفاد کو دھچکا لگ سکتا ہو“۔ چیف نے بتایا۔

”یہ کام اس بات کا متقاضی ہے کہ دوسروں کو ڈی سیکشن کے آدمیوں اور ان کے فرائض کا علم نہ ہو اور آج کل تم اسی سیکشن کا ایک کام کر رہے ہو“۔

”مجھے یہ سن کر حیرت ہوئی ہے چیف۔ اچھا کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ڈی سیکشن کے آدمی ہم سب میں گھلے ملے رہتے ہیں؟“

”ہاں! یہ حقیقت ہے“ چیف نے بتایا۔ ”ڈی سیکشن کے لیے آدمیوں کا انتخاب کہیں باہر سے نہیں کیا گیا۔ سروس کے تمام آدمی ڈی سیکشن کے آدمیوں سے واقف ہیں، مگر اس بات سے واقف نہیں کہ ڈی سیکشن کا آدمی کون ہے“۔

”پھر تو یہ بہت پراسرار سیکشن ہے“ پرمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں! اس کا کام ہی کچھ ایسا ہے کہ اسے پراسرار رہنا چاہیے“۔

”لیکن چیف! مجھے حیرت ہے۔ آخر آپ نے مجھے یہ سب کچھ کیوں بتایا؟“

چیف کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ہلکی سی لکیر قائم تھی۔ اس نے کہا۔

”اس لیے کہ میں عنقریب تمھارا تبادلہ ڈی سیکشن میں کروں گا“۔

”اوہ!“ پرمود کے چہرے پر فکر و تشویش کے سائے پھیل گئے۔

https://boldromanticnovels.pk/

"کیوں! کیا تمھیں ڈی سیکشن میں رہ کر کام کرتے ہوئے خوشی نہ ہو گی؟

"نہیں چیف" پرمود نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟" چیف کے لہجے میں بھی حیرت تھی اور چہرے پر بھی۔

" میں عموماً ایسے کام کرنا پسند کرتا ہوں کہ مجھے دشمن کے علاقے میں جاکر اپنے ملک کے مفاد کا تحفظ کرنا پڑے" پرمود نے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں اسے ٹال نہیں سکتا۔ لیکن درخواست ضرور کروں گا کہ آپ مجھے ڈی سیکشن میں نہ بھیجیں۔ اس طرح میں اپنے ملک تک محدود ہو کر رہ جاؤں گا اور دشمن ملکوں میں جاکر اپنے وطن کے لیے کام نہ کر سکوں گا"۔

"کیوں نہ کر سکو گے۔ آخر تم نے یہ کیسے سمجھ لیا؟"

" ابھی آپ کہہ چکے ہیں کہ ڈی سیکشن کا کام یہی ہے کہ وہ سروس کے دوسرے آدمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور......"

"ٹھہرو!" چیف نے اس کی بات کاٹ دی۔ "شاید تم نے غور سے میری بات نہیں سنی۔ میں نے کہا تھا کہ ڈی سیکشن کا ایک کام یہ بھی ہے... الفاظ پر غور کرو... یہ بھی ہے... یعنی اور بہت سے کام بھی ہیں.... میرا خیال ہے کہ تمھیں ڈی سیکشن میں جاکر بہت خوشی ہو گی"۔

"اوہ!" پرمود کے منہ سے اور کچھ نہ نکلا۔

چیف نے کہا۔ "یہ کام تو ڈی سیکشن کے آدمی کرتے ہی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خطرناک اور اہم مہمات کے لیے بھی ڈی سیکشن کے آدمیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس سیکشن کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔ وہ بیرون ملک جاکر بھی کام کرتے ہیں اور اندرون ملک رہ کر بھی خالی نہیں بیٹھتے۔ تمھیں معلوم ہو گا کہ اب سے دوسال پہلے زارستان سے ہمارے تعلقات خراب تھے۔ جانتے ہو نا؟"

"جی ہاں چیف! یہ کون نہیں جانتا"

"لیکن اب زارستان سے ہمارے تعلقات اچھے ہیں۔ گو کہ بظاہر زارستان کی حکومت راجیشیا کے ساتھ نظر آتی ہے، لیکن درپردہ وہ ہمارے ملک کی موافق ہو چکی ہے۔ اس کی خارجہ پالیسی میں یہ تبدیلی ہماری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ محکمے کے ایک آدمی کو زارستان بھیجا گیا تھا۔ وہاں جاکر اس آدمی نے ایسے حالات پیدا کیے کہ وہاں کی حکومت راجیشیا سے متنفر ہوتی چلی گئی اور ہمارے ملک سے اس کے تعلقات اچھے ہو گئے۔ تمھیں یہ سن کر بھی حیرت ہو گی کہ اس اہم مہم پر ہماری سروس کا

جو آدمی زارستان گیا تھا، اس کا تعلق ڈی سیکشن سے ہے"۔

"اب بتاؤ۔ کیا تم اب بھی اپنی خوشی سے ڈی سیکشن میں جانا پسند نہ کرو گے؟"

پرمود کی آنکھوں میں مسرت سی ناچ گئی

"نہیں جناب! اگر ایسا ہے تو ڈی سیکشن میں جانا اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا"۔

"میں جانتا تھا کہ تمھیں خوشی ہو گی اور اسی لیے میں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ ڈی سیکشن میں کسی کا تقرر کرتے ہوئے میں بڑا محتاط رہتا ہوں۔ اسی آدمی کو ڈی سیکشن میں بھیجتا ہوں جو اس کا اہل ہو۔ میں کافی دن سے اس پر غور کر رہا تھا کہ تمھیں اس سیکشن میں بھیج دوں۔ پھر اب جبکہ تم نے میرے سامنے میجر ریحان کا مسئلہ پیش کیا تو میں نے سوچا کہ تم ڈی سیکشن کے لئے پوری طرح اہل ہو"۔

"ذرہ نوازی کا شکریہ چیف"

"میجر ریحان کا معاملہ نپٹ جائے تو تمھیں باقاعدہ ڈی سیکشن میں بھیج دیا جائے گا، لیکن تم کسی کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمھارا تبادلہ ڈی سیکشن میں ہونے والا ہے"۔

"ہرگز نہیں چیف۔ میں یہ کیسے بتا سکتا ہوں، جبکہ جانتا ہوں کہ ڈی سیکشن کے آدمی راز میں رہتے ہیں"۔

"ہوں!"

"لیکن..." پرمود کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیوں! کیا بات ہے! کہو"

"چیف" پرمود نے ہچکچاتے ہوئے سوال کیا۔ "ڈی سیکشن کا انچارج کون ہے؟"

چیف ہنس پڑا۔

"جلدی نہیں" اس نے کہا۔ "جب تمھارا تبادلہ ڈی سیکشن میں کر دیا جائے گا تو یہ بات تمھیں خود بہ خود معلوم ہو جائے گی"۔

چیف کے ہنسنے سے پرمود نے ہمت کر ڈالی اور دوسرا سوال داغ دیا۔ "اور ڈی سیکشن کا مطلب کیا ہے چیف۔ یعنی صرف ڈی سے کیا مراد ہے؟"

چیف نے ہنستے ہوئے کہا

https://boldromanticnovels.pk/

""میں نے سُنا ہے تم لوگوں میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ڈی سے مراد "ڈارک" ہے۔ ڈارک سیکشن یعنی تاریک سیکشن"۔

"جی ہاں چیف! عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ڈی سیکشن کے بارے میں ہم لوگ کچھ نہیں جانتے۔ کیا ڈی کا مطلب کچھ اور ہے؟"

"شاید" چیف نے کہا "اب تم جاسکتے ہو"۔

پھر پرمود کو اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ دوسرا سوال کر سکتا۔ وہ اٹھا ہی تھا کہ چیف بولا۔

"ٹھہرو!"

پھر اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک پرانا اخبار نکالا اور پرمود کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میجر ریحان کی سروس فائل کو اس میں لپیٹ کر لے جاؤ تاکہ یہاں سے جاتے ہوئے کوئی اسے تمھارے ہاتھ میں نہ دیکھ سکے"۔

پرمود نے فائل کو اخبار میں لپیٹ لیا۔

"مجھے امید ہے کہ میجر ریحان نے اگر کوئی غلط حرکت کی تو وہ تمھاری نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکے گی"۔ چیف نے کہا۔

اس کے بعد پرمود کمرے سے نکل آیا۔

لفٹ میں سوار ہوتے وقت پرمود نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا اور مضطرب ہو گیا۔ اس نے فون پر تمثیلہ سے کہا تھا کہ وہ کھانے کے وقت گھر پہنچ جائے گا لیکن اب اسے بیس منٹ دیر ہو چکی تھی۔

اس نے جلدی سے لفٹ چلا دی اور اس کا ذہن گونجتا رہا۔ تمثیلہ میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ تمثیلہ میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ تمثیلہ..... پرمود کا ذہن گونجتا رہا۔

https://bestromanticnovels.com/

✶ ✶ ✶ ✶

تمثیلہ پرمود کا آئیڈیل تھی۔ وہ آئیڈیل جو خود بہ خود ترتیب پا گیا تھا۔ اس آئیڈیل نے پرمود کے ذہن میں قدرتی طور پر اپنی جڑیں پھیلائی تھیں۔ اس میں پرمود کے ارادے کو دخل نہ تھا، لیکن پھر بھی وہ اپنے اس تصوّر سے پیار کرنے لگا تھا۔ اس تصوّر نے اس کے دل میں محبت کی جوت جگائی تھی۔ جب چاندنی راتیں ہوتیں اور وہ دیر تک چاند کی طرف دیکھتا رہتا تو اس کے ذہن پر اس پراسرار مگر لذّت انگیز تصوّر کی حکمرانی ہو جاتی۔ وہ یوں محسوس کرتا جیسے چاند میں سے ایک ہیولا نمودار ہوا۔ حُسن و جمال کا ایک لاثانی شاہکار!... جیسے چاندنی سمٹ کر ایک چہرہ بن گئی ہو۔ وہ چہرہ فضا کی لامحدود پنہائیوں کو عبور کرتا ہوا تیزی سے قریب آتا چلا جاتا۔ پرمود کی نگاہیں مسحور ہو جاتیں۔ وہ وفورِ شوق سے اس کی طرف دیکھتا رہتا۔ یہ خواہش اس کے دل میں شدّت سے انگڑائی لیتی کہ وہ اس چہرے کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لے گا اور پھر اس کی زندگی نکہت و نور کا ایک سیل رواں بن جائے گی۔ وہ تاابد اس سیلِ نکہت و نور میں بہتا رہے گا۔ لیکن پھر اچانک پرمود کا یہ خواب یوں ٹوٹ جاتا جیسے کہکشاں کی لڑیاں ٹوٹ کر زمین پر بکھر گئی ہوں۔ چاندنی کا چہرہ اس کے قریب آنے سے پہلے فضا میں تحلیل ہو جاتا، جیسے کسی نے کنکر پھینک کر پانی میں نظر آنے والے عکس کو نظروں سے اوجھل کر دیا ہو۔

پرمود بے چین ہو جاتا۔ اس کے دل میں کسک پیدا ہوتی۔ کسک اور تڑپ! اسی کا نام محبت ہے اور اسی کو عشق کہتے ہیں، لیکن اس عشق کے باوجود کبھی کبھی شدید الجھن ہونے لگتی اور پرمود سوچتا کہ اسے کسی ماہرِ نفسیات سے رجوع کرنا چاہئے، مگر یہ سوچ بچار کبھی عملی روپ نہ دھار سکی۔ شاید اسی لیے کہ الجھن کے باوجود وہ اس تصوّر سے پیار کرتا تھا، محبت کرتا تھا، عشق کرتا تھا اور اسے یہ بات منظور نہیں تھی کہ کوئی ماہرِ نفسیات اس کا علاج کر کے اُسے اس حسین تصوّر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا کر دے۔

وقت یوں ہی گزرتا رہا۔ اور پھر ایک دن پرمود کو وہ سب کچھ مل گیا جو وہ چاہتا تھا۔ اس کا آئیڈیل وجود کے سانچے میں ڈھل کر اس کے سامنے آ گیا۔ اب زندگی ایک نئے موڑ پر آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے تمثیلہ کو پا لیا تھا۔ تمثیلہ جو اس کا آئیڈیل تھی۔ وہی آئیڈیل جو ایک طویل عرصے سے اس کے خوابوں پر حکمرانی کرتا چلا آیا تھا۔ بلگارنیہ کے شمال مغرب میں پھیلے ہوئے صحرائے اعظم کے

ایک قبیلے کی لڑکی، جو حادثاتی طور پر سامنے آئی اور پرمود کے دل و دماغ پر چھا گئی۔ پرمود اپنی حکومت کے ایک خاص کام سے اس صحرا میں گیا تھا اور جب وہ وہاں سے واپس لوٹا تو تمثیلہ اس کے ساتھ تھی۔

تمثیلہ کا باپ اور اس کی بستی کے لوگ ایک خونخوار قبیلے سے جنگ کرتے ہوئے موت کا شکار ہو گئے تھے۔ یہ حادثہ پرمود کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا اور پھر تمثیلہ کے آنسو اس کا جگر چھلنی کرتے رہے تھے۔

اب ریگزارِ بلگارنیہ کی سرزمین میں تمثیلہ کے لیے کوئی کشش نہ رہ گئی تھی۔ اب اگر وہ وہاں رہتی تو مرحوم باپ کی یاد اسے زندگی بھر تڑپاتی رہتی۔ یہاں سے دور جا کر وہ اس یاد کو فراموش کر سکتی تھی، اس لیے اس نے پرمود کے ساتھ بلگارنیہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اس نے بھی پرمود کو اپنا سمجھ لیا تھا۔ اپنے من مندر کا دیوتا! اور اب وہ اپنے دیوتا کی پجارن بن کر ساری زندگی گزار دینا چاہتی تھی۔

قبیلے کی دوسری بستیوں کے لوگوں نے احتجاج کیا، کیونکہ ان کے رسم ورواج کے مطابق کوئی لڑکی قبیلے سے باہر کے کسی مرد کو پسند نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن تمثیلہ کی محبت کے سمندر میں ایسی طغیانی آچکی تھی جو اپنی راہ میں آنے والی ہر چٹان کو پاش پاش کر دیتی۔ اس نے پرمود کی خاطر ان تمام رسم ورواج کو چھوڑ دیا کہ یہی محبت کا دستور ہے۔ محبت نے کبھی رسم ورواج کی پرواہ نہ کی، ہمیشہ ان کو پارہ پارہ کیا ہے۔ پجارن اور دیوتا بلگارنیہ چلے آئے۔

تمثیلہ صحرا کا پھول تھی۔ شہری تہذیب و تمدن سے نا آشنا، پرمود نے اس کے لیے ایک تجربہ کار معلمہ کا بندوبست کیا جو اسے تعلیم دینے کے علاوہ ایک تہذیب یافتہ لڑکی بنا دے۔ آج کل اس معلمہ کی مستقل رہائش اس کے بنگلے ہی میں تھی اور اس کا کام یہ تھا کہ ہر وقت تمثیلہ کو ٹوکتی رہے۔

یوں مت بیٹھو۔ یوں بیٹھو۔ اس طرح تیزی سے مت چلو کہ بھاگنے کا گمان ہو۔ اس طرح چلو... یوں ...باوقار انداز میں...

اور تمثیلہ اسے چل کر دکھاتی۔

پھر کھانے کی میز پر۔

"ارے! تم نے یہ کانٹا کیسے پکڑ رکھا ہے۔ ذرا پیچھے سے پکڑو! اس طرح تو ہاتھ خراب ہو جائے گا۔

یوں پکڑو... ہاں... یوں ہمیشہ اسی طرح پکڑا کرو"۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ اس روک ٹوک پر تمثیلہ بری طرح جھلا جاتی۔ پرمود ایسے موقع پر خوب لطف اندوز ہوتا تھا۔ اسی طرح چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ اس دوران میں تمثیلہ کافی حد تک "سنور" گئی تھی۔

ادھر پرمود یوں محسوس کرنے لگا تھا جیسے اس کی زندگی کا ایک خلا پورا ہو گیا ہو۔ تمثیلہ سے اس کی محبت دوچند ہو چکی تھی لیکن اس محبت کے باوجود وہ کسی وقت بھی اپنے فرائض کی طرف سے غافل نہیں رہتا تھا۔ اس چھ ماہ کے عرصے میں دو معاملات اس کے سپرد کیے گئے تھے جن کو اس نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام تک پہنچایا تھا۔ میجر ریحان کا معاملہ تیسرا تھا اور پرمود نے اس پر پوری توجہ دینی شروع کر دی تھی۔ وہ عموماً میجر ریحان کے قریب رہنے کی کوشش کرتا مگر اس طرح کہ ریحان کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکے۔ وہ اس وقت آفس کے کامن روم میں بیٹھا تھا۔ میجر ریحان کے علاوہ چند دوسرے افراد بھی وہاں موجود تھے۔ ادھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ ہنسی مذاق کا سلسلہ جاری تھا۔

طارق ظہیر نے پرمود سے کہا "یار تم نے الماس کا دل توڑ دیا ہے"۔

"کیوں میں نے کیا کیا ہے؟"

"ہائے یہ تجاہلِ عارفانہ!..... ارے ظالم وہ تم سے محبت کرتی ہے"

"اس کی ذمے داری کسی طرح بھی مجھ پر عائد نہیں ہوتی"۔

"پھر کس پر عائد ہوتی ہے؟" سعید قریشی نے بناوٹی غصے سے کہا۔ "آخر تم اتنے خوب صورت کیوں ہو؟"

پرمود کو ہنسی آ گئی۔

"اگر واقعی میں ایسا ہوں تو اس کی ذمے داری بھی قدرت پر عائد ہوتی ہے" پرمود نے کہا۔ "میں بری الذمہ ہوں۔ ویسے میں نے سنا ہے کہ تم پر بھی بہت سی لڑکیاں فدا ہوتی رہتی ہیں"۔

"لیکن اس کم بخت نے ذرا بھی لفٹ نہیں دی" سعید قریشی منہ بنا کر بولا جس پر سب لوگ ہنسنے لگے۔

یہ تذکرہ سیکرٹ سروس ہی کی ایک لڑکی کا تھا جو دوسروں کے لیے تو نک چڑھی ثابت ہوتی رہی تھی

لیکن پرمود پر نظریں پڑتے ہی موم کی طرح پگھل جاتی۔ اس قسم کی حرکتیں کرتی تھی کہ پرمود اس کی طرف متوجہ ہو جائے لیکن کبھی اسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی تھی۔ اگر کبھی وہ پرمود کو مخاطب بھی کرتی تو وہ مناسب اور مختصر سا جواب دے کر ٹال جاتا تھا۔ زیادہ کھل کر بات کرنے کی ہمت الماس میں ہو نہیں سکی تھی۔ پرمود کا رکھ رکھاؤ ہی ایسا تھا کہ کسی لڑکی میں بھی جراتِ اظہار نہیں ہو سکی تھی۔ ورنہ اب تک پرمود نے بیس پچیس شادیاں تو کر ہی ڈالی ہوتیں۔

"خیر.... خیر" میجر ریحان پرمود سے بولا؟ پھر شادی کب کر رہے ہو؟"۔

"فی الحال تو میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے" پرمود نے کہا اور پھر فوراً ہی ایک ایسی بات بھی کہہ دی کہ موضوع گفتگو بدل گیا۔ یہ کوشش پرمود نے اس لیے کی تھی کہ تمثیلہ کا تذکرہ نہ آئے۔

ریگزارِ بلگارنیہ کی مہم میں دو آدمی پرمود کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک تو موت سے جا ملا تھا لیکن دوسرے آدمی کے ذریعے محکمے کے دوسرے لوگوں کو پرمود اور تمثیلہ کی محبت کا پتا لگا تھا۔ یہ بات بڑی تیزی سے پھیل گئی تھی اور اس کے احباب نے انتہائی حیرت کا اظہار کیا تھا۔ وہ تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ پرمود میں جمالیاتی حس نام کو بھی نہیں۔ پھر کسی طرح اس بات کا علم الماس کو بھی ہو گیا تھا۔ وہ بجھی بجھی سی رہنے لگی تھی اور اسی لیے اس وقت طارق ظہیر نے پرمود سے کہا تھا کہ اس نے اس کا دل توڑ دیا۔ لیکن اب موضوع گفتگو بدل چکا تھا۔ راجیشیا اور بلگارنیہ کے کشیدہ تعلقات کی باتیں ہونے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ریحان نے ان لوگوں سے اجازت چاہی۔

"اتنی جلدی کیا ہے میجر؟"۔ کسی نے کہا۔

"بھئی مجھے اپنے گھر پہنچنا ہے۔ ایک صاحب کو ملنے کا وقت دے رکھا ہے"۔

"صاحب کے مونچھیں ہیں؟" طارق ظہیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ بغیر مونچھوں والے صاحب تو نہیں ہیں کوئی"۔ طارق ظہیر نے معصومیت سے کہا۔

دوسروں نے اس کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ ایک فرمائشی قہقہہ پڑا۔ ریحان بھی ہنسنے لگا تھا اور پھر وہ الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا کر ان لوگوں سے رخصت ہو گیا۔

چند ہی ثانیوں بعد پرمود بھی اٹھا۔

"تم ابھی نہیں جا سکتے"۔ طارق نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "تم تو جانِ محفل ہو میری جان"۔

"میں ابھی آتا ہوں، ذرا باتھ روم جا رہا ہوں"

پرمود نے بہانہ کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ اس وقت ریحان کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ وہ طارق سے ہاتھ چھڑا کر دروازے کی طرف بڑھا۔ باہر نکل کر اس راہداری میں مڑا جہاں سے لفٹ تک پہنچ سکے، لیکن مڑتے مڑتے اس کی نظریں دوسری طرف کی راہداری میں جاتے ہوئے ریحان پر پڑیں۔ پرمود گویا جھٹکے سے رک گیا۔ ریحان کا اس طرف جانا تعجب خیز بات تھی۔

وہ تو گھر جانے کا ارادہ ظاہر کر کے کمرے سے نکلا تھا، مگر اب.....؟۔

پرمود نے اسے دوسری طرف کی راہداری میں مڑتے دیکھا تھا۔ وہ تیزی سے اس طرف چل پڑا۔ راہداری کے موڑ تک پہنچا اور پھر دیوار سے دوسری طرف جھانکا۔

ریحان ایک کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ پرمود نے صرف اس کی ایک ٹانگ کی جھلک دیکھی تھی لیکن اسی سے پہچان گیا تھا۔ ریحان سرمئی رنگ کی پتلون پہنے ہوئے تھا۔

"ریکارڈ روم"۔ پرمود کے ذہن میں گونجا۔

وہ سیکرٹ سروس کا ریکارڈ روم ہی تھا جس کے دروازے کے باہر ریحان کی ٹانگ دکھائی دی تھی۔

"وہ کیوں وہاں گیا ہے؟ آج کل تو اس کے پاس کوئی کیس نہیں"

پرمود تیزی سے چلتا ہوا دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے دروازے سے کان لگائے مگر اندر سے کوئی آواز نہ سنائی دی۔ پرمود نے ہینڈل کو پکڑ کر گھمایا اور دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ریکارڈ روم میں جانے کے لیے اس میں سے گزرنا لازمی بات تھی۔ اس کمرے میں ریکارڈ روم کا انچارج بیٹھا کرتا تھا۔ وہ اس وقت بھی اپنی میز پر نظر آیا۔ اکیلا ہی تھا اس لیے پرمود نے سمجھ لیا کہ ریحان ریکارڈ روم میں جا چکا ہے۔

"ہیلو کیپٹن" انچارج اسے دیکھتے ہی بلند آواز میں بولا۔ "بڑے دن بعد آج یہاں آنا ہوا"۔

پرمود ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس نے تو سوچا تھا کہ اچانک ریکارڈ روم میں داخل ہو کر دیکھے گا کہ ریحان وہاں کیا کر رہا ہے لیکن انچارج نے بلند آواز میں اسے مخاطب کر کے معاملہ بگاڑ دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ آواز ریحان نے بھی سن لی ہو گی اور اگر وہ کسی بری نیت سے ریکارڈ روم میں گیا ہو گا تو اب اس کا ہوشیار ہو جانا لازمی بات تھی۔

بہر حال... جو کچھ ہوا تھا اس پر واویلا بے سود تھا۔ پرمود انچارج کی میز کے قریب پہنچ کر مسکرایا۔

"کوئی کام تو تھا نہیں۔ آ کر کیا کرتا"۔ اس نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا پھر خود ہی وہ رجسٹر اپنی طرف سرکا لیا جس پر ریکارڈ روم میں داخل ہونے والے کے دستخط ہونا ضروری تھے۔ دستخط کے ساتھ ہی وقت بھی لکھا جاتا تھا۔ پرمود نے رجسٹر کے اوراق پلٹتے ہوئے ایک ہاتھ سے اپنا قلم نکالا تاکہ دستخط کر سکے۔

"میں نے سنا ہے کہ عنقریب سروس میں کچھ نئے آدمیوں کا اضافہ ہونے والا ہے"۔ انچارج نے پرمود سے تصدیق چاہی۔

"ہاں اس قسم کی کوئی بات سنی تو میں نے بھی ہے" پرمود نے سر ہلایا اور ورق الٹتے الٹتے رک گیا کیونکہ اس دن کی تاریخ کا صفحہ سامنے آ گیا تھا۔

اس صفحے پر ریکارڈ روم میں داخل ہونے والے آخری آدمی کے دستخط کرنل ابرار کے تھے جبکہ ہونا چاہیے تھے ریحان کے۔ پرمود کا منہ ایک پل کے لیے حیرت سے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے جلدی سے رجسٹر بند کر کے واپس وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔

"کیا دستخط کرنا بھول گئے؟"۔ انچارج ہنسا۔

"نہیں مجھے ایک اور کام یاد آ گیا ہے۔ پہلے وہ نپٹا دوں پھر آؤں گا"۔

"ابھی ابھی ریحان صاحب بھی اٹھ کر ریکارڈ روم میں گئے ہیں"۔

"اچھا؟" پرمود نے حیرت ظاہر کی۔ "کب؟"۔

"ابھی آپ کے آنے سے چند منٹ پیشتر"

"لیکن وہ تو کامن روم سے یہ کہہ کر اٹھے تھے کہ اپنے گھر جا رہے ہیں۔ خیر کچھ یاد آ گیا ہو گا"۔

پرمود نے بے پروائی ظاہر کی، لیکن اس کے ذہن میں بگولے سے چکرا رہے تھے۔ اسی وقت ریکارڈ روم کا دروازہ کھلا اور میجر ریحان واپس آیا۔

"خیریت" وہ پرمود کو دیکھ کر مسکرایا۔ "یہاں کیسے آنا ہوا؟"۔ اس کے چہرے سے ذرا بھی پریشانی نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔ اس نے اچٹتی سی نظر رجسٹر پر ڈالی۔

"بس ایسے ہی" پرمود نے ہنس کر جھوٹ بولا۔ "ذرا قریشی صاحب سے ملنے آ گیا تھا"۔ اس نے انچارج کی طرف اشارہ کیا۔ "لیکن آپ تو یہ کہہ کر اٹھے تھے کہ گھر جا رہے ہیں"۔

"ہاں گھر ہی جارہا تھا۔ پھر اچانک ایک کام یاد آگیا۔ سوچا کرتا ہی چلوں۔ کیا تم یہاں کچھ دیر رُکو گے؟"۔

"نہیں! بس اب جارہا ہوں"۔

"تو پھر آؤ! ساتھ ہی چلیں! میری گاڑی پر چلے چلنا۔ تم تو آج گاڑی لائے نہیں۔ میں نے تمھیں ٹیکسی پر آتے دیکھا تھا"

"میں نے اپنی گاڑی رنگ کے لیے دی ہے" پرمود اٹھ کھڑا ہوا، پھر انچارج سے بولا۔ "اچھا قریشی صاحب! پھر ملیں گے"۔

راستے بھر ریحان اس قسم کی باتیں کرتا رہا جیسے پرمود کو ٹولنا چاہتا ہو۔ پرمود نے بھی بڑی خوش اسلوبی سے اسے یہ بتا دیا کہ اسے اس پر کسی قسم کا شک نہیں ہوتا ہے۔ ریحان نے کار کی رفتار کم رکھی تھی۔ مقصد یہی ہو گا کہ پرمود سے زیادہ سے زیادہ باتیں کر کے اطمینان حاصل کر لے۔ گھر پہنچ کر پرمود نے اسے چائے کی دعوت دی لیکن وہ شکریے کے ساتھ انکار کر کے چلا گیا۔

پرمود جلدی سے بنگلے میں داخل ہوا۔ ملازم سے اس کو علم ہوا کہ تمثیلہ اپنے کمرے میں معلمہ سے پڑھ رہی ہے۔ پرمود ادھر کا رخ کرنے کی بجائے سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا اور ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وہ چیف کی قیام گاہ پر فون کر رہا تھا۔ چیف سے اس کو یہ بات معلوم کرنا تھی کہ آج کل میجر ریحان کے ہاتھ میں کوئی معاملہ تو نہیں ہے۔ خود پرمود کی معلومات کے مطابق تو آج کل میجر ریحان کے پاس کوئی کیس نہیں تھا لیکن پھر بھی پرمود نے تصدیق کر لینا ضروری سمجھا۔

ٹیلی فون پر دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی اور پرمود نے چیف کا نام بتا کر عورت سے کہا کہ انہیں فون پر بلایا جائے۔

"ایک منٹ" دوسری طرف سے کہا گیا۔

پرمود انتظار کرنے لگا۔ اس نے اپنی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکالا۔ بائیں ہاتھ سے ریسیور پکڑے کپڑے اس نے صرف دائیں ہاتھ سے پیکٹ کھول کر اس میں سے سگریٹ نکالی اور اسے ہونٹوں سے دبا کر لائٹر سے جلانے لگا۔

سیکرٹ سروس کے اصول کے مطابق یہ بات ناممکن تھی کہ کسی ایجنٹ کو دوسرے ایجنٹ کی

مصروفیات کے بارے میں بتادیا جاتا، لیکن اس وقت حالات دوسرے تھے۔ پرمود میجر ریحان کے سلسلے میں تحقیقات کر رہا تھا اس لیے اسے یہ بات بتائی جاسکتی تھی کہ میجر ریحان کی موجودہ مصروفیات کیا ہیں۔

گو کہ ان حالات میں یہ ناممکن تھا کہ چیف کوئی کیس میجر ریحان کے سپرد کرتا لیکن یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ موجودہ صورتحال پیدا ہونے سے پہلے ہی کوئی معاملہ اس کے سپرد کیا جاچکا ہو اور احتیاط اس بات کی متقاضی تھی کہ اس سے وہ کیس واپس نہ لیا جاتا۔

لیکن پرمود کو ننانوے فیصد یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو گا۔ اگر واقعی میجر ریحان کے پاس کوئی کیس ہوتا تو ریکارڈ روم میں جانے سے پہلے وہ رجسٹر پر اپنے دستخط ضرور کرتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ہاتھ کی آڑ لے کہ اس نے بس قلم ہلا دیا ہو گا کہ انچارج سمجھے کہ اس نے دستخط کر دیے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ انچارج خود ہی رجسٹر اٹھا کر دستخطوں کا معائینہ کرتا۔ اسی لیے میجر ریحان کو اپنا راز فاش ہونے کا خدشہ نہ ہوا ہو گا۔

پرمود نے ریکارڈ روم میں داخلے کا ارادہ اس لیے ملتوی کر دیا تھا کہ ایسا کرنے سے میجر ریحان بھڑک جاتا۔ اس کے ذہن میں فوراً یہ بات آتی کہ پرمود نے رجسٹر میں دستخط کرتے وقت دیکھ لیا ہو گا کہ اس میں کرنل ابرار کے بعد کسی کے دستخط نہیں ہیں۔

"ہیلو" ریسیور میں چیف کی آواز سن کر پرمود اپنے خیالات سے چونک پڑا۔ اس نے سگریٹ منہ سے نکالی۔

"میں پرمود بول رہا ہوں چیف"۔ اس نے کہا اور اپنا کوڈ نمبر بھی بتایا۔

سیکرٹ سروس کے ممبروں کے لیے ایسے مواقع پر کوڈ نمبر بتانا ضروری ہوتا ہے تاکہ مخاطب سمجھ لے کہ وہ دھوکا کھا کر کسی غیر متعلق آدمی سے گفتگو نہیں کر رہا ہے۔

"کیا بات ہے؟" چیف نے پوچھا۔

پرمود نے اشاراتی زبان میں پوچھا کہ ریحان کے پاس کوئی کیس تو نہیں ہے؟

جواب نفی میں ملا اور پھر "کیوں! کیا بات ہے؟" چیف نے استفسار کیا۔

"احتیاطاً معلوم کرنا چاہتا تھا"۔

"کوئی خاص بات معلوم کی؟"

"جی ہاں۔ بہت جلد آپ کو ایک سنسنی خیز اطلاع دوں گا۔ فی الحال آپ ایسا کیجیے کہ ریکارڈ روم کے انچارج کو ایک خاص ہدایت کر دیجیے۔ میں ابھی انہی کے پاس جارہاہوں۔ چند سوال کرنا ہیں۔ آپ انہیں ہدایت کر دیجیے کہ میں ان سے جو گفتگو کروں اسے سیکرٹ رکھا جائے"

"اچھا میں فون کیے دیتاہوں، لیکن تم کس انچارج کی بات کر رہے ہو؟"

چیف کے اس سوال کے ساتھ ہی پرمود کو اچانک کسی بات کا خیال آیا۔ اس نے ایک دم گھڑی پر نظر ڈالی جو چار بج کر دس منٹ کا اعلان کر رہی تھی، لہذا پرمود نے سمجھ لیا کہ اب قریشی کی جگہ دوسرے انچارج نے لے لی ہو گی۔ چار بجے ڈیوٹی بدل جاتی تھی۔

"جناب میں قریشی صاحب کی بات کر رہاہوں لیکن وہ اس وقت آفس سے روانہ ہو چکے ہوں گے۔ ان کی ڈیوٹی کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ آپ کو ان کے گھر پر فون کرنا ہو گا لیکن تھوڑی دیر بعد کیجیے گا تا کہ وہ اس وقت تک گھر پہنچ جائیں"۔

"اچھی بات ہے۔ لیکن میں وہ اطلاع سننے کے لیے بے چین ہو گیا ہوں"

"بس اتنی دیر انتظار کر لیجیے کہ میں مسٹر قریشی سے مل آوں"

"اچھا۔ میں تھوڑی دیر بعد قریشی کو فون کر دوں گا"۔

"شکریہ جناب!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد پرمود نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھا اور اس پر ہاتھ رکھے سوچنے لگا کہ میجر ریحان نے ریکارڈ روم میں جانے کے لیے ایک اچھے وقت کا انتخاب کیا تھا۔ اس نے سوچا ہو گا کہ اگر وہ قریشی کی ڈیوٹی کے درمیانی وقت میں جائے گا تو ممکن ہے اسی دوران کوئی اور بھی ریکارڈ روم میں جائے۔ اس صورت میں امکان تھا کہ دوسرا آدمی جب رجسٹر میں دستخط کرتا تو قریشی کی نظر اتفاقی طور پر پڑ جاتی اور جب وہ ریحان کے دستخط نہ دیکھتا تو یقیناً چونک پڑتا۔ اس کے بعد اس کا پہلا قدم یوں اٹھتا کہ وہ چیف کو اس واقعے کی اطلاع دیتا۔

لیکن ریحان نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ڈیوٹی کے آخری وقت کا تعین کیا تھا۔ اسے امید ہو گی کہ ڈیوٹی کے ان آخری چند منٹ میں اس کے علاوہ کوئی ریکارڈ روم میں نہ جائے گا۔ پھر اس کے بعد تو کسی دوسرے آدمی کی ڈیوٹی شروع ہو جاتی اور اسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ تھوڑی دیر پہلے ریحان ریکارڈ روم میں جا چکا ہے۔ لہذا اگر وہ رجسٹر دیکھ بھی لیتا تو اس کے لیے اس میں کوئی چونکا دینے والی بات نہ

ہوتی۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ پرمود کا ہاتھ تو ریسیور پر تھا ہی، اس نے فوراً اسے اٹھالیا۔

"ہیلو! پرمود سپیکنگ"

دوسری طرف سے چیف کی آواز آئی

"سنو! میں تمھیں ایک بات بتانا تو بھول گیا جو بے حد ضروری تھی۔ ریحان کل صبح سے چھٹی پر ہو گا۔ اس نے دو دن کی چھٹی لی ہے۔ درخواست میں لکھا ہے کہ وہ اپنے ایک عزیز کی شادی میں شرکت کرنے رنگروپا جارہا ہے"۔

رنگروپا بلگارنیہ کے ایک خوب صورت شہر کا نام تھا۔

"خوب" پرمود نے کہا۔ "یہ معلوم کرنا تو میرے لیے بے حد ضروری تھا جناب۔ وہ کب جارہا ہے؟"۔

"کل صبح ساڑھے سات بجے، بی۔ آئی۔ اے۔ سی کے طیارے سے" چیف نے بتایا۔

اب پرمود کے ذہن میں فوری طور پر یہ خیال آیا کہ رنگروپا میں میجر ریحان کا قیام کہاں ہو گا۔ یہی سوال اس نے چیف سے کیا۔ سیکرٹ سروس کے آدمیوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی جائے قیام سے ہیڈ کوارٹر کو باخبر رکھیں۔ شہر میں رہتے ہوئے اگر وہ تفریحاً بھی کسی کلب میں جاتے ہیں تو ہیڈ کوارٹر کو اس بات کی اطلاع بھی دیتے ہیں۔ یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ وقت ضرورت انہیں تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ اس قانون پر سختی سے عمل کرایا جاتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت ترین سزا دی جاتی ہے۔

چیف نے جواب دیا۔ "وہ وہاں پر ہوٹل اوریئنٹل میں قیام کرے گا۔ اس نے وہاں اپنے لیے جو کمرہ ریزرو کرایا ہے، اس کا نمبر ایک سو اٹھائیس ہے۔ تیسری منزل پر"

"شکریہ جناب! ہو سکتا ہے یہ معلومات کسی کام آہی جائیں"

چیف سے گفتگو کرنے کے بعد پرمود نے اپنا بریف کیس کھول کر اس میں سے میجر ریحان کی سروس فائل نکالی۔ اس فائل میں ریحان کے بارے میں ایک ایک بات درج تھی۔ لیکن اس وقت پرمود کو دوسری باتوں سے سروکار نہ تھا۔ وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ریحان کا فون نمبر کیا ہے۔ فائل میں دیکھ کر اس نے وہ نمبر اپنی نوٹ بک میں لکھے اور پھر ریسیور اٹھا کر وہی نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وہ اب یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ریحان سیدھا اپنے گھر گیا ہے یا کہیں اور۔

دوسری طرف گھنٹی بجی۔ ریسیور اٹھایا گیا اور آواز آئی۔

"ہیلو!"

"کون بول رہا ہے؟"

"میں ریحان صاحب کا ملازم ہوں"

"میں ریحان صاحب سے بات کرنا چاہتا تھا۔ کیا وہ ہیں؟"

"جی ہاں، میں انہیں بلاتا ہوں"

"ٹھہرو" پرمود نے اسے روکا۔ "اگر وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ ہوں تو انہیں تکلیف مت دو"

"نہیں جناب! اس وقت ان کا کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ ڈرائنگ روم میں چائے پی رہے ہیں"۔

"اچھا تو پھر انہیں بلاؤ"

"بہتر ہے۔"

پرمود نے اتنی دیر توقف کیا کہ دوسری طرف ملازم رسیور کو میز یا تپائی پر رکھ دے۔ اس قلیل سے وقفے کے بعد پرمود نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر ڈسکنیکٹ کر دیا۔ اسے ریحان سے بات کرنا ہی نہ تھا۔ جو کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا، وہ اسے معلوم ہو ہی گیا تھا۔ اگر دوسری طرف سے خود ریحان نے ریسیور اٹھایا ہوتا تو پرمود آواز بدل کر اس سے پوچھتا کہ فلاں صاحب گھر پر ہیں یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد ریحان رانگ نمبر کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیتا۔ لیکن ملازم کی آواز سن کر پرمود نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور اس طرح اس نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ ریحان کا کوئی دوست اس کے گھر پر نہیں ہے، حالانکہ ریحان نے کامن روم میں میں کہا تھا کہ اس نے کسی کو اپنے گھر پر ملنے کا وقت دیا ہے۔

پرمود نے ریحان کی فائل بریف کیس میں رکھ کر اسے الماری میں منتقل کر دیا۔ پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بال درست کیے اور اس کے بعد لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ ٹیلیفون نے بھنبھناتی ہوئی آواز میں اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر پلٹا اور فون کے قریب جا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"پرمود" اس نے کہا۔

"کیا حال ہیں ڈیئر؟"

"اوہ" پرمود اس آواز کو سن کر چونکا۔ "تم راشد؟"۔

"یس مائی سوئٹ ہارٹ!"

"تم کب واپس آئے؟ میرا خیال ہے کہ تم کسی مہم پر گئے ہوئے تھے"

"ایک گھنٹا ہوا جب میں ائیر پورٹ پر جہاز سے اترا تھا"

"یہ بہت اچھا ہوا۔ اس وقت میں بڑی شدت سے تنہائی محسوس کر رہا تھا"۔ پرمود نے کہا۔ "تم اس وقت کہاں ہو؟"

"ابھی ابھی اپنے گھر پہنچا ہوں"

"ناکام تو نہیں لوٹے"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے! ہم لوگوں کی قسمت میں ناکامی نہیں ہے"۔ راشد نے جواب دیا۔

راشد بھی سیکرٹ سروس کا ایک ایجنٹ تھا۔ پرمود اور وہ اکثر معاملات میں ایک دوسرے سے مدد لے لیا کرتے تھے۔

"خیر تو سنو۔ فوراً میجر ریحان کے گھر کے قریب پہنچ جاؤ۔ میجر ریحان کو جانتے ہو نا؟" پرمود نے پوچھا۔

"اچھی طرح۔ کیوں؟"

"تمھیں اس کے گھر کی نگرانی کرنا ہے۔ اگر کوئی وہاں سے نکلے یا اندر جائے تو اس کی تصویریں اتار لینا۔ اگر میجر ریحان کہیں جائے تو اس کا تعاقب کرنا۔ وہ جن لوگوں سے ملے، ان کی تصویریں بھی اتار لینا۔ لائیو کیمرا اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ٹوزیرو۔ ایم کا جیبی ٹرانسمیٹر بھی اپنے ساتھ لے لو تاکہ اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھے اطلاع دے سکو"

"لیکن یہ سلسلہ کیا ہے؟"

"وقت اتنا نہیں ہے کہ تم اسے تفصیل معلوم کرنے میں ضائع کرو۔ فوراً روانہ ہو جاؤ، جتنی جلد ممکن ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ریحان اپنے گھر سے کہیں چلا جائے۔ اس وقت اس کی نگرانی انتہائی ضروری ہے"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں"

"جلدی" پرمود نے پھر تاکید کی اور سلسلہ منقطع کر کے آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب فی الحال اسے

کہیں نہیں جانا تھا۔ جس کام کے لیے جا رہا تھا، اس کی ذمے داری راشد کو سونپ دی تھی۔ سگریٹ جلا کر وہ کرسی سے اٹھا اور الماری کھول کر اس میں سے جو شے نکالی وہ ٹرانزسٹر معلوم ہوتی تھی۔ اس کی لمبائی اور چوڑائی ایک عام سائز کے سگریٹ کیس کے برابر تھی مگر موٹائی تقریباً ڈیڑھ انچ تھی۔ اس سے بیک وقت دو کام لیے جا سکتے تھے۔ لوکل ٹرانزسٹر کا بھی اور ٹرانسمیٹر کا بھی۔ یہ ٹوزیرو۔ ایم کا ٹرانسمیٹر تھا۔ پرمود نے راشد کو اسی ساخت کا ٹرانسمیٹر ساتھ لے جانے کے لیے کہا تھا۔ اس ساخت کے ٹرانسمیٹروں پر بیس میل تک کے فاصلے سے بات کی جا سکتی تھی۔ اسے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال کر پرمود پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کرسی کے ہتھوں پر کہنیاں ٹکا کر ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا لیں اور آنکھیں بند کر کے کرسی سے ٹیک لگا لی۔ سگریٹ ہونٹوں کے ایک گوشے میں دبی ہوئی تھی۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے کش لیتا اور پھر سگریٹ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا لیکن اتنا ڈھیلا بھی نہیں کہ سگریٹ ہونٹوں سے نکل کر گر پڑے۔

اس کے تصور میں گڈ نائٹ کلب کا اندرونی ہال ابھر آیا۔ جہاں ایک میز پر میجر ریحان تاش کھیل رہا تھا۔ ساتھ ہزار کی ہار ہو چکی تھی۔ پہلی بازی میں اس کے پاس تین بادشاہ آئے اور اس نے یقینی جیت کے احساس کے ساتھ پندرہ ہزار کے قریب داؤ پر لگا دیے۔ اس کے بعد بھی جب مقابل جما رہا تو اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اس نے شو لیا اور بازی ہار گیا، مقابلے پر تین یکّے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنا ہارا ہوا روپیہ دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں ہارتا ہی چلا گیا۔ نوے ہزار... اور بینک بیلنس صاف!

پرمود نے اپنے تصور میں دیکھا کہ میجر ریحان پسینا پونچھتا ہوا اپنی کرسی سے اٹھا اور ڈگمگاتے قدم سے چل کے دروازے کی طرف بڑھا۔

کٹ

اب پرمود نے دیکھا کہ میجر ریحان اپنی بیوی کے زیورات رہن رکھ رہا ہے۔

کٹ

میجر ریحان گڈ نائٹ کلب میں قسمت آزما رہا ہے لیکن وہ اس رات بھی ہارتا چلا گیا۔ تیس ہزار کا خسارہ

کٹ

میجر ریحان اپنے اس بنگلے کو رہن رکھ رہا ہے جو اسے شادی میں ملا تھا۔

کٹ

میجر ریحان ایک بار پھر گڈ نائٹ کلب میں، لیکن وہ پھر ہار گیا۔ پچاس ہزار کی چوٹ

کٹ

میجر ریحان اب بے حد پریشان ہے۔

کٹ

میجر ریحان راجیشیائی سفارت خانے کے ایک آدمی سے سرگوشیوں میں باتیں کر رہا ہے۔ گفتگو کے اختتام پر اس کے ویران چہرے پر کسی قدر بحالی آجاتی ہے۔

کٹ

میجر ریحان سیکرٹ سروس کے ریکارڈ روم میں

یہ تمام مناظر کسی کٹی ہوئی فلم کی طرح اس کے تصوراتی پردے پر منعکس ہوتے چلے گئے۔ وہ اس وقت چونکا جب سگریٹ کا جلتا ہوا سرا اس کے ہونٹوں کے نزدیک ہو گیا۔ اس کی تپش ہونٹ جلانے لگی تھی۔

پرمود نے اسے ہونٹوں سے نکال کر ایش ٹرے میں ڈال دیا۔

ساڑھے پانچ بجے تھے جب پرمود نے دو مرتبہ ایک مدھم سی آواز سنی۔ ٹِک.... ٹِک.....

اس آواز میں ایک سیکنڈ کا وقفہ تھا۔ یہ آواز خود پرمود کے لباس میں سے آئی تھی۔ اس نے جلدی سے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹوزیرو۔ ایم کا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس میں دو سوئچ تھے۔ پرمود نے بائیں جانب والے سوئچ کو گھمایا۔ پھر اس کو تھوڑا سا اپنی طرف کھینچ کر دوبارہ گھمایا۔ فوراً ہی ٹرانسمیٹر کی جالی سے ایک آواز ابھرنے لگی۔

”ہیلو... آر کالنگ.. پی... آر کالنگ پی“

پرمود نے اسی سوئچ کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ اب وہ ٹرانسمیٹر سے الگ ہو کر اس کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ سوئچ کے مقام پر ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آنے لگا۔ پرمود اسے اپنے منہ کے قریب لا کر بولا۔

”پی اٹنڈنگ... ادور“

"میں نے معلوم کر لیا تھا۔ ریحان اپنے گھر میں موجود ہے۔ کوئی اس کے گھر میں داخل نہیں ہوا اور نہ باہر نکلا... اوور"

"نگرانی جاری رہنی چاہیے"۔ پرمود نے کہا۔ اور اسی وقت اس نے راہداری میں قدموں کی مخصوص

چاپ سنی۔ وہ چاپ جو تمثیلہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ پرمود جلدی سے ٹرانسمیٹر میں بولا۔

"میں گفتگو کو جاری نہیں رکھ سکتا۔ کوئی میرے کمرے کی طرف آرہا ہے۔ اوور اینڈ آل"

پرمود نے سوئچ کو ٹرانسمیٹر کے سوراخ میں فٹ کر کے اسے گھمایا پھر تھوڑا سا گھما کر دوبارہ دبایا اور جلدی سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

اسی وقت تمثیلہ کمرے میں داخل ہوئی اور دروازے ہی پر رک کر پرمود کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس وقت گہرے نیلے رنگ کی ساڑھی اور بلاؤز میں تھی۔

پرمود نے اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس رنگ کے لباس نے تمثیلہ کے حسن میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا۔ پرمود کی نظروں کی تاب نہ لا کر اس نے شرمائے ہوئے انداز میں نظریں جھکا لیں۔ گالوں پر شفق کھلنے لگی اور اس نے مدھم سے لہجے میں کہا۔

"ملازم نے کہا تھا کہ تمھیں آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے"۔

"ہوں" پرمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی پیار بھری لکیر کھینچ گئی اور پھر اس نے کہا "وہاں کیوں رک گئیں؟"

تمثیلہ قریب آکر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ لانبی لانبی پلکیں اٹھیں اور پھر اس نے کہا

"تم میرے کمرے میں کیوں نہیں آئے؟"

"معلوم ہوا تھا کہ تم پڑھ رہی ہو"

"اگر زرا دیر کو آجاتے تو کیا حرج تھا؟" تمثیلہ کے لہجے میں پیار بھری شکایت تھی۔

"میں نہیں چاہتا تھا کہ تمھاری تعلیم و تربیت میں خلل پڑے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد وہ سب کچھ بن جاؤ جو میں چاہتا ہوں" پرمود مسکراتا رہا۔

تمثیلہ نے بڑے پیارے سے انداز میں اپنے سر کو جھٹکا دے کر پیشانی پر آئی ہوئی زلف کو پیچھے کیا۔

”کیا چائے نہیں پیو گے ؟۔ مسز شیخ بھی انتظار کر رہی ہوں گی “۔

مسز شیخ اس کی معلمہ کا نام تھا۔

”چلو!“ کہتا ہوا پرمود کھڑا ہو گیا۔

چائے پی چکنے کے بعد وہ دونوں پھر اسی کمرے میں آ گئے اور پرمود نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا شروع کیے۔

”کہاں فون کر رہے ہو ؟“ تمثیلہ نے پوچھا۔

”ائیرپورٹ “ پرمود نے آخری نمبر گھمایا۔

”کیوں ؟“

”ایک کام ہے“

”کیا کام ؟“

لیکن اس سے پہلے کہ پرمود اسے جواب دیتا، ٹیلیفون پر دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہیلو...“

”انکوائری.... دیکھیے میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ صبح ساڑھے سات بجے سے قبل رنگروپا کے لیے کن کن اوقات میں فلائٹ ہو گی ؟“

”آج رات کو نو بجے “ جواب ملا۔

”اور اس کے بعد ؟“

”وہی صبح ساڑھے سات بجے“

”اوہ“

”اور کوئی خدمت ؟“

”رات کو نو بجے کس کمپنی کی فلائٹ ہے ؟“

”یہ فلائٹ بھی پی۔ آئی۔ اے۔ سی کی ہے“

”شکریہ “ پرمود ریسیور رکھتے ہوئے کسی خیال میں ڈوب گیا۔

چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد تمثیلہ نے اسے ٹوکا۔

https://boldromanticnovels.pk/

"کیا سوچنے لگے؟"

پرمود نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تمثیلہ شاید میں آج رات کو نو بجے شہر سے چلا جاؤں"

"کہاں، رنگروپا؟"

پرمود نے اپنے سر کو اثباتی حرکت دی۔

"میرا خیال ہے کہ ذاتی کام تو نہ ہو گا؟" تمثیلہ نے خیال ظاہر کیا۔

"تم ٹھیک سمجھی ہو"

"واپسی کب تک ہو گی؟"

"دو دن میں تو یقیناً ہو جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس سے پہلے ہی آ جاؤں"

"تم نے مجھے آج تک نہیں بتایا کہ تم کہاں ملازم ہو؟" تمثیلہ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"یہ بات میں دنیا میں کسی کو نہیں بتا سکتا تمثیلہ۔ مگر تمھیں بتا دوں گا۔ ضرور بتا دوں گا لیکن ابھی نہیں...

وقت آنے دو"

"کب آئے گا وقت؟"

"اسی دن جب مسز شیخ کہہ دیں گی کہ تم نے تعلیم کے علاوہ اپنی تربیت مکمل کر لی ہے"۔

"یہ کیوں؟"

"یہ بھی اسی دن بتاؤں گا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ روانگی سے پہلے مجھے ایک آدمی سے ملاقات کرنا ہے۔ امید ہے تم بور نہ ہو گی"

"پرمود، میں تمھارے فرض کی راہ میں کبھی حائل نہیں ہو سکتی"

"مجھے یقین ہے" پرمود نے سر ہلایا۔ اسی لیے میرا خیال ہے کہ میں تمھیں اپنی شریک حیات بناتے ہوئے بالکل نہیں ہچکچاؤں گا"۔

تمثیلہ نے شرمیلی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر شرارت بھرے لہجے میں دھیرے سے بولی

"جھوٹ"۔

پرمود نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھڑا ہو گیا۔ تمثیلہ اسے چھوڑنے کے لیے باہر تک آئی تھی۔

✶ ✶ ✶ ✶

سیکرٹ سروس کے ریکارڈ روم کا انچارج قریشی پرمود کے گھر سے تھوڑی ہی دور رہتا تھا۔ پرمود کو وہاں پہنچنے میں صرف دس منٹ لگے اور اس نے قریشی کو اپنا انتظار کرتے پایا۔

"آپ نے بڑی دیر کر دی کیپٹن" اس نے پرمود کو اپنے ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھایا۔

"کیا چیف کا فون آپ کو مل گیا تھا؟"

"بہت دیر ہوئی۔ جبھی سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں"

"کیا ہم یہاں اطمینان سے گفتگو کر سکتے ہیں؟" پرمود نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"قطعی..... قطعی"

لیکن قریشی کے اطمینان دلانے کے باوجود پرمود احتیاطاً آگے جھک گیا۔

"مجھے آپ سے دو ایک ہی سوال کرنا ہیں۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر اور یاد کر کے ان کا جواب دیجیے گا"

"پوچھیے؟"

"میجر ریجان نے آج ریکارڈ روم میں جانے سے قبل رجسٹر میں دستخط کیے تھے؟"

"جی ہاں" قریشی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دیکھیے میں پھر کہوں گا کہ سوچ سمجھ کر جواب دیجیے۔ آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے دستخط کیے تھے؟"

قریشی مضطرب ہو گیا۔ اس نے پہلو بدلا۔

"کیا آپ نے خود اس کے دستخط دیکھے تھے؟" پرمود نے پوچھا۔

"جی.....جی..... نہیں" قریشی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ اس نے دستخط کیے تھے؟۔ اس نے رجسٹر اٹھا کر قلم کھولا تھا اور رجسٹر پر جھک گیا تھا۔ مقام دستخط پر اس کے ہاتھ کی آڑ رہی تھی"۔

"میں نے اس کے قلم کی جنبش سے اندازہ لگایا تھا کہ اس نے دستخط کر دیے ہوں گے۔ کیا اس نے ایسا نہیں کیا تھا کیپٹن؟"

"میجر ریحان سے پہلے کون ریکارڈ روم میں گیا تھا؟"

"آج صبح کرنل ابرار آئے تھے اور بس"

"تو یقین کیجیے کہ رجسٹر میں کرنل ابرار کے بعد کسی کے دستخط نہیں تھے" پرمود نے پرزور لہجے میں کہا۔ قریشی کے لہجے سے خوف کا اظہار ہونے لگا۔

"اب آپ سمجھ ہی سکتے ہیں کہ اگر چیف کو آپ کی غیر ذمے داری کا علم ہو گیا تو کیا ہو گا"

"میں .. میں!" قریشی تھوک نگل کر بولا۔ "سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ محکمے کا کوئی آدمی ایسا کر سکتا ہے"

"بہر حال" پرمود نے خشک لہجے میں کہا۔ "آپ کی یہ غیر ذمے داری سروس کے لیے بے انتہا نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

قریشی کے چہرے پر خوف کے آثار گہرے ہو گئے۔

"کیا چیف کو ابھی اس بات کا علم نہیں ہے؟"۔

"میں نے ابھی ان کو نہیں بتایا"

"کیا میں امید کروں کہ... کہ...." قریشی ہچکچا کر خاموش ہو گیا۔

پرمود نے اس کا مطلب سمجھ لیا تھا مگر انجان بن گیا۔

"قریشی صاحب۔ میجر ریحان کو اس بات کا علم تھا کہ آپ دستخط چیک نہیں کرتے، اسی لیے اس نے آپ ہی کی ڈیوٹی میں یہ حرکت کی"۔

"مگر کیوں..... کیوں؟" قریشی کے لہجے میں اضطراب تھا۔

"میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میجر ریحان نے ایسا کیوں کیا۔ بہر حال آپ آئندہ کے لیے محتاط رہیے گا"

https://boldromanticnovels.pk/

"میں... میں بالکل محتاط رہوں گا"

"اب آپ یہ بتایئے کہ میجر ریحان اس سے پہلے ریکارڈ روم میں کب آیا تھا؟"

"کئی مہینے پہلے کی بات ہے"۔

"اس دوران میں آج کے علاوہ نہیں آیا؟"

"کم از کم میری ڈیوٹی میں نہیں آیا"۔

"ہوں" پرمود نے سوچا کہ احتیاطاً مجھے پچھلی تاریخیں چیک کر لینا چاہیں... مگر نہیں... بے کار ہے... باقی دونوں انچارج دستخط چیک کرنے کے عادی ہیں اور ایسے معاملے میں میجر ریحان دستخط نہ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔

"کیپٹن" قریشی نے ہچکچاتے ہوئے آخر کار کہہ دیا۔ "کیا میں امید کروں کہ میری یہ کوتاہی چیف کے علم میں نہیں آئے گی؟"

"میں اس بات کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے میجر ریحان کے سلسلے میں جب میں چیف کو اپنی آخری رپورٹ دوں تو اس بات کا تذکرہ ضروری ہو، لیکن میں اتنا وعدہ ضرور کیے لیتا ہوں کہ اگر یہ ضروری نہ ہوا تو میں اسے رپورٹ میں شامل نہیں کروں گا"

قریشی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ پرمود وہاں سے روانہ ہو گیا۔

ساڑھے سات بجے راشد کی طرف سے جو رپورٹ ملی اس کے مطابق میجر ریحان اپنے گھر ہی میں تھا۔ نیز یہ کہ اس دوران میں کوئی بھی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔

"لیکن یار.... میں یہاں کب تک جھک مارتا رہوں؟ اوور"

"بس ایک بجے تک مارتے رہو" پرمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی شرارت آمیز لکیر کھنچ گئی۔ "اس کے بعد چھٹی۔ میرا خیال ہے کہ اب نگرانی کی ضرورت تو نہیں لیکن احتیاطاً ایک بجے تک جاری رکھو۔ شاید اصل کھیل رنگروپا میں شروع ہو گا، اس لیے میں نو بجے کے طیارے سے وہاں جا رہا ہوں۔ وہاں سے ایک بجے کے بعد تم سے ٹرنک کال پر گفتگو کروں گا۔ اوور اینڈ آل"

ٹرانسمیٹر پر گفتگو ختم کرنے کے بعد پرمود نے روانگی کی تیاری شروع کی۔ کچھ خاص قسم کا سامان اپنے سوٹ کیس میں کپڑوں کی تہہ کے نیچے رکھا اور بریف کیس میں ضروری کاغذات بھر کر وہ ائیر پورٹ جانے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ کھانے کی میز پر اس نے صرف پندرہ منٹ صرف

کیے اور تمثیلہ سے باتیں کرتا رہا۔

✶ ✶ ✶ ✶

بارہ بج کر پندرہ منٹ پر بلگارنیہ انٹرنیشنل ائیر ویز کا رپوریشن کا بوئنگ جیٹ رنگروپا کے ہوائی اڈے پر اترا۔ دارالحکومت شالمی گڑھ کے بعد بلگارنیہ کا سب سے زیادہ خوبصورت شہر رنگروپا ہی تھا۔ اس قدیم شہر کو تاریخی حیثیت حاصل تھی اور یہ راجیشیا کی سرحد سے بلگارنیہ کا قریب ترین شہر تھا۔ ہوائی اڈے پر کئی ہوٹلوں کے نمائندے موجود تھے اور ان میں ایک نمائندہ اورئینٹل ہوٹل کا بھی تھا، پرمود اسی کے ساتھ ہولیا۔ سردی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ اس لیے پرمود نے ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد کھڑکیوں کے شیشے بند کروالیے۔

"میں ایک سال پہلے بھی ہوٹل اورئینٹل میں قیام کرچکا ہوں" یہ اس نے ہوٹل کے نمائندے سے کہا۔ "اُس مرتبہ دو دوست بھی میرے ساتھ تھے۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ ہم ایک سو چھبیس، ایک سو ستائیس اور ایک سو اٹھائیس نمبر کے کمروں میں ٹھہرے تھے۔ میں نے ان کمروں کو بے حد پسند کیا تھا"۔

"ہمارے ہوٹل کے تمام کمرے ویسے ہی ہیں جناب!"

پھر بھی اگر انہی کمروں میں سے ایک مل جاتا تو اچھا تھا"۔

"ٹھہریے میں ابھی آپ کو بتائے دیتا ہوں، نمائندے نے اپنی جیب سے چارٹ نکال کر دیکھا اور پھر کہا۔ "جناب آپ تو اس معاملے میں بہت لکی رہے۔ اتفاق سے صرف ایک سو ستائیس نمبر کا ایک کمرہ ریزرو ہو چکا ہے۔ اس کے دائیں بائیں دونوں کمرے خالی ہیں۔ آپ کو ان میں سے ایک مل جائے گا۔ جو نمبر کہیے"

"کوئی سا بھی مل جائے" پرمود نے بے پروائی سے کہا۔ لیکن اس کو یہ سن کر بے انتہا خوشی ہوئی تھی کہ اسے میجر ریحان کے برابر والا کمرہ مل جائے گا۔

ہوٹل میں اس نے اپنا نام سعید لکھوایا۔ اسے ایک سو چھبیس نمبر کا کمرہ مل گیا تھا۔ اپنا سامان وہاں رکھنے اور کمرے کو مقفل کرنے کے بعد وہ نیچے آیا اور ہال میں بیٹھ گیا۔ اس نے کافی پی۔ اس دوران میں وہ وہاں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد سگریٹ جلائی اور اس کے کش لیتا ہوا واپس کمرے میں پہنچا لیکن کپڑے تبدیل نہیں کیے۔ ایک کرسی سرکا کر ٹیلیفون کے قریب بیٹھا اور ریسیور اٹھا کر ہوٹل

کے آپریٹر سے کہا

"میں بلگارنیہ کے لیے ایک ٹرنک کال کرنا چاہتا ہوں، مسٹر راشد پرویز کے نام۔

ان کا نمبر ہے سیون سیون تھری ایٹ نائن ڈبل ون۔ سیون سیون تھری ایٹ نائن ڈبل دن"

"بہتر ہے۔ رابطہ قائم ہو جانے پر آپ کو اطلاع دوں گا"

پرمود نے ریسیور رکھ دیا اور کرسی پر بیٹھے بیٹھے سگریٹ کے کش لیتا رہا۔ سگریٹ ختم کرنے کے بعد کرسی سے اٹھا اور اپنا سوٹ کیس کھول کر اس میں سے کچھ چیزیں نکال کر میز پر رکھنے لگا۔ یہ اسٹیل کے چھوٹے چھوٹے سے اوزار تھے۔

ان کے علاوہ ایک لمبا سا تار، سگار کیس کے برابر ایک وائر ریکارڈر، ایک ہیڈ فون اور دوسری چند عجیب سی چیزیں جن کا مصرف وہی سمجھ سکتا تھا جو ان سے کما حقہ واقفیت رکھتا ہو۔ ان چھوٹے چھوٹے اوزاروں کو جوڑ کر پرمود نے ایک عجیب سی چیز بنالی۔ اس کی شکل لکڑی میں سوراخ کرنے والے برمے سے تقریباً ملتی جلتی تھی لیکن یہ برما بہت چھوٹا سا تھا۔

اس کام میں پرمود کو پندرہ منٹ لگ گئے۔ وہ فارغ ہوا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ پیر مود نے جلدی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔

"آپ مسٹر راشد پرویز سے گفتگو کر سکتے ہیں جناب" آپریٹر نے کہا۔

پھر ہلکی سی کلک کے بعد راشد کی "ہیلو" سنائی دی۔

"بھئی میں رنگروپا سے بول رہا ہوں" پرمود نے اپنا نام بتانا مناسب نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ اسے یقین تھا کہ راشد اس کی آواز پہچان لے گا۔ "کیا رہا؟ سب ٹھیک ٹھاک ہے نا؟"

"ہاں ایک بجے تک بھاؤ ٹھیک تھا"

"صبح ساڑھے سات بجے مال روانہ ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ ساتھ رہو اور اس کے بعد مجھے اطلاع دے دو کہ مال روانہ ہونے میں کوئی دشواری تو نہیں ہوئی"

"اچھی بات ہے، لیکن میں اب تک نہیں سمجھ سکا کہ مال میں کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے"

"یہ میں واپس آکر ہی بتا سکوں گا۔ اچھا بس"

گفتگو ختم کرنے کے بعد پرمود نے دوسرا سگریٹ جلایا اور کرسی پر بیٹھ کر ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وقت گزاری کے لیے سگریٹ پی رہا ہو۔

https://boldromantichooks.pk/

تین بجنے میں دس منٹ تک وہ سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا اور پھر اس کے بعد کرسی سے اٹھا۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ کوریڈور میں روشنی تیز تھی لیکن کوئی آنے جانے والا نہ تھا۔ پرمود چھ سات منٹ تک کھڑا رہا۔ اس دوران وہاں سناٹا ہی رہا۔ کسی کمرے سے کوئی ایسی آواز بھی نہ سنائی دی جس سے اندازہ ہوتا کہ اس کے مقیم بیدار ہوں گے۔ پرمود کے لیے یہ اطمینان بخش بات تھی۔ وہ واپس اپنے کمرے میں آیا۔ ہیڈ فون اور وائر ریکارڈر کے علاوہ تمام اشیاء جو سوٹ کیس سے نکالی تھیں، اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ لیں اور دوبارہ کمرے سے نکل آیا۔ چند ثانیے دروازے ہی پر کھڑا رہا اور پھر آگے بڑھ کر ایک سو ستائیس نمبر کے دروازے پر رک گیا۔ دایاں ہاتھ جیب سے نکالا تو اس میں اسٹیل کی چابی نما ایک شے تھی۔ پرمود اس ماسٹر کی سے بڑے بڑے قفل کھول لینے میں مہارت رکھتا تھا، لہذا اس کمرے کو بھی کھول لینے میں اسے صرف آدھا منٹ لگا اور پھر وہ کمرے کے اندر تھا۔ اس کے ہاتھوں پر اونی دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے کالے رنگ کی ایک نقاب بھی جیب سے نکال کر چہرے پر لگالی۔ ایسے موقعوں پر وہ دستانے اور نقاب کا استعمال کبھی نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ اس نے ٹارچ جلالی۔ وہ دروازہ اندر سے بند کر چکا تھا۔ وہیں رک کر اس نے گہری نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ یہ نشست کا کمرہ تھا۔ وہاں کے سامان میں پرمود نے ان لمبے اسٹولوں کو گہری نظروں سے دیکھا جو کمرے کے دو کونوں میں رکھے ہوئے تھے۔ ان اسٹولوں پر پیتل کے بڑے بڑے گملے تھے۔

ایک منٹ تک ان اسٹولوں کے پائے پرمود کی نظروں کا مرکز بنے رہے، پھر اس نے قریب جا کر بھی ان کا جائزہ کیا اور مطمئن انداز میں سر ہلا کر وہاں سے اندرونی کمرے میں پہنچا جہاں خواب گاہ کا سامانِ آرائش تھا۔ یہاں بھی پرمود کو دونوں کونوں میں ویسے ہی لمبے لمبے اسٹول نظر آئے اور پرمود ان کا جائزہ لینے لگا۔ جائزہ لے ہی رہا تھا کہ ایک مدھم سی آواز سنائی دی۔ یوں معلوم ہوا تھا جیسے نشست کے کمرے میں قدموں کی آہٹ ہوئی ہو۔ یہ آواز پل بھر کے لیے سنائی دی تھی۔ پرمود نے بڑی پھرتی سے اپنا ریوالور نکال لیا اور جھک کر مسہری کے نیچے لڑھک گیا۔ ٹارچ تو آواز سنتے ہی بجھا دی تھی۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ جسم میں بجلیاں سی کوندنے لگی تھیں اور وہ اس چیتے کی طرح چاق وچوبند ہو گیا تھا جو اپنے شکار پر جست لگانے کے لیے پوری طرح تیار ہو۔ پانچ منٹ گزر گئے لیکن اندھیرا ہر مقام پر غیر متحرک تھا۔ کوئی آواز بھی دوبارہ سنائی نہیں دی۔

کہیں وہ میرا وہم تو نہ تھا، پرمود نے سوچا اور پھر رینگتا ہوا مسہری کے نیچے سے نکل آیا۔ اسی طرح فرش پر رینگتا ہوا درمیانی دروازے کی طرف بڑھا اور نشست کے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر فرش سے کان لگا دیے مگر کوئی آہٹ نہ ملی۔ پرمود نے بایاں ہاتھ اپنے جسم سے دور کرتے ہوئے اس میں دبی ہوئی ٹارچ کا بٹن دبا کر فوراً بجھا دیا۔ روشنی ہوئی مگر صرف ایک پل کے لیے۔ پرمود کو یقین تھا کہ اگر وہاں کوئی ہوا تو روشنی ہوتے ہی ٹارچ کی طرف گولی چلا دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

گویا وہ میرا وہم ہی تھا۔ پرمود نے سر ہلایا اور پھر اطمینان سے ٹارچ جلا کر وہاں کا جائزہ لینے لگا۔ احتیاط کے طور پر ہر وہ جگہ دیکھ ڈالی جہاں کوئی آدمی چھپ سکتا تھا، لیکن کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ اب پرمود قطعی مطمئن ہو چکا تھا۔ وہ ایک اسٹول کے پاس جا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ جیب سے وہ چھوٹا سا برما نکالا جو مختلف چیزوں کو جوڑ کر بنایا تھا۔ ٹارچ فرش پر اس طرح رکھ دی کہ اس کی روشنی کونے میں پڑتی رہے۔

اسٹول کا ایک پایہ کونے سے بالکل جڑا ہوا تھا۔ پرمود نے اسے تھوڑا سا سرکا دیا اور اس مخصوص قسم کے برمے سے وہاں سوراخ کرنے لگا۔ گھر رگھر رکی اتنی مدھم آواز پیدا ہونے لگی جسے دو گز کے فاصلے سے نہیں سنا جا سکتا تھا۔ یہ آواز دس منٹ تک ہوتی رہی اور پھر دیوار میں آر پار سوراخ ہو گیا۔ پرمود نے برما جیب میں رکھ کر تار نکالا اور اسے اس سوراخ میں داخل کر دیا۔ جب صرف ایک فٹ کے قریب تار اس طرف رہ گیا تو اس نے جیب سے ایک گول سی چیز نکالی۔ یہ ایک انچ سے زیادہ بڑی نہ تھی۔ دراصل یہ ایک انتہائی طاقت ور قسم کا ڈکٹافون تھا۔ پرمود نے اسے تار کے سرے سے منسلک کرنے کے بعد اس طرف بچا ہوا ایک فٹ تار بھی دوسری طرف دھکیل دیا اور ڈکٹافون کو کونے میں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اسٹول کو سرکا کر اس طرح رکھا کہ ڈکٹافون اس کے پائے کے پیچھے چھپ گیا۔ پرمود نے فرش سے ٹارچ اٹھالی اور پھر خواب گاہ میں آیا۔ یہاں بھی اس نے کونے میں یہی عمل دہرایا۔ یہاں آئے ہوئے اسے آدھا گھنٹا ہو گیا تھا لیکن اتنی دیر میں اس نے کام کی تکمیل کر لی تھی۔ نشست کے کمرے میں آنے کے بعد اس نے بیرونی دروازہ کھولا اور جھانک کر کوریڈور کا جائزہ لیا۔ وہاں بہ دستور سناٹا تھا۔ باہر نکل کر اس نے جلدی سے دروازہ مقفل کیا اور لپک کر اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا اور پھر وہ اندر تھا۔ وہ سیدھا اس کونے کی طرف گیا جہاں اس نے برابر کے کمرے سے سوراخ کیا تھا۔ سوراخ میں سے پورا تار اس طرف آیا ہوا تھا۔ پرمود نے اسے قالین کے نیچے چھپانا شروع کیا اور اس کے دوسرے

سرے کو خواب گاہ میں لے آیا۔ یہاں بھی کونے میں تار نکلا ہوا تھا۔ پرمود نے وہ دونوں تار جوڑ دیے، پھر وائر ریکارڈر لا کر وہاں رکھا اور جڑے ہوئے تار کو اس سے منسلک کر دیا۔ پھر ہیڈ فون کے تار کو بھی وائر ریکارڈر کے ایک سوراخ میں پھنسا دیا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر اس انداز میں طویل سانس کی جیسے سارا کام مکمل کر لیا ہو۔ اب اس نے شب خوابی کا لباس پہنا اور ٹائم پیس میں سات بجے کا الارم لگا کر سو گیا۔

تین گھنٹے میں نیند تو کیا خاک پوری ہوتی، بس یوں سو گیا تھا کہ تھوڑا سا آرام تو مل ہی جاتا۔

سات بجے جاگنے کے بعد اس نے ہوٹل کے سپر وائزر کو فون پر ہدایت کی کہ آدھے گھنٹے میں اس کا ناشتا کمرے میں پہنچا دیا جائے۔ یہ ہدایت کرنے کے بعد اس نے باتھ روم کی راہ لی۔ نہانے اور کپڑے بدل کر تیار ہونے میں اس نے پورا آدھا گھنٹا لیا تھا۔ اسی وقت ویٹر ناشتا لے آیا۔ اس میں پرمود نے پندرہ منٹ صرف کیے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنا اوور کوٹ پہن کر باہر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اسی وقت شالمی گڑھ سے اس کے لیے کال آئی۔

راشد نے اطلاع دی تھی کہ سات بجے مال روانہ ہو گیا۔ اس مختصر گفتگو کے بعد پرمود کمرے سے نکلا اور اسے مقفل کر کے کوریڈور میں چلتا ہوا لفٹ تک پہنچ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ہوٹل سے باہر تھا۔ وہ سڑک پر پیدل ہی چلنے لگا۔ تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے ایک ٹیلیفون بوتھ ملا۔ اس کو اسی کی تلاش تھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے سیکرٹ سروس کی مقامی شاخ کے سربراہ کو فون کیا اور اسے اپنا شناختی نمبر بتانے کے بعد کہا۔

"مجھے دس بجے تک ایک کار ملنا ضروری ہے۔ اگر مورس الیون ہنڈریڈ کا بندوبست ہو سکے تو اچھا ہے۔ میں ٹھیک دس بجے کارپوریشن کے سامنے والی فٹ پاتھ پر اس کا انتظار کروں گا۔ میرے ہاتھ میں گلاب کا پھول ہو گا"۔

"اچھی بات ہے۔ مورس الیون ہنڈریڈ کا بندوبست ہو جائے گا۔ اس کا نمبر ہے۔ آر۔ ایم۔ ایم۔ تھری ایٹ دن فائیو نائن"

"آر-ایم۔ ایم۔ تھری ایٹ ون فائیو نائن" پرمود نے دہرایا اور پھر بولا "ٹھیک دس بجے"

"ٹھیک" دوسری طرف سے جواب ملا۔

پرمود نے ریسیور ہک سے لٹکا کر جیب سے نوٹ بک نکالی اور اس کے ایک سادا صفحے پر کار کا نمبر لکھ لیا۔

✶ ✶ ✶ ✶

دس بجنے میں صرف دو منٹ باقی تھے۔ جب پرمود میونسپل کارپوریشن کے سامنے والی فٹ پاتھ پر پہنچ گیا۔ سوٹ پر اس نے اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ ہاتھوں پر اونی دستانے تھے اور گہرے سیاہ شیشوں کا چشمہ اس کی خوبرو شخصیت کو اور زیادہ پرکشش بنائے ہوئے تھا۔ داہنے ہاتھ میں دبے ہوئے گلاب کو وہ کبھی کبھی ناک تک لے جاتا۔

ٹھیک دس بجے سفید رنگ کی مورس الیون ہنڈریڈ عین اس کے سامنے آکر رکی۔ نمبر وہی تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھول کر ایک نوجوان آدمی نیچے اترا۔ اسی اثناء میں پرمود اس کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر اس انداز میں مسکرائے جیسے ایک دوسرے سے واقف ہوں اور پھر مصافحہ بھی ہوا۔

"شکریہ" پرمود نے کہا۔ "گاڑی میں پٹرول تو بھرا ہوا ہو گا"

"ڈکی میں بھی دو ٹِن موجود ہیں۔"

"گُڈ"

"اب مجھے اجازت دیجیے"

"نہیں ٹھہریے" پرمود نے کہا۔ "وہ دیکھیے، ادھر ٹیلیفون بوتھ موجود ہے۔ وہاں سے آپ اپنے باس کو فون کر کے میرے ساتھ چلنے کی اجازت لے لیجیے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ایک آدمی کی بھی ضرورت پڑے گی۔ آپ کو کسی اور کام کے لیے تو مقرر نہیں کیا گیا ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت مل جائے گی۔ میں ابھی فون کر کے اجازت لیے لیتا ہوں"

پھر وہ پرمود کے جواب کا انتظار کیے بغیر ٹیلیفون بوتھ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پرمود گاڑی کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور سیکرٹ سروس کی مقامی شاخ کے اس آدمی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا جس کا نام اس نے ابھی تک نہیں پوچھا تھا۔

وہ تین چار منٹ بعد ہی واپس آ گیا۔

"اجازت مل گئی ہے"۔ اس نے پرمود کو بتایا۔

"بیٹھ جایئے!" پرمود نے برابر کی سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انجن اسٹارٹ کر دیا۔

https://boldromanticnovels.pk

وہ آگے سے گھوم کر اس طرف کے دروازے سے آیا اور اسے کھول کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پرمود نے گاڑی چلا دی۔

"میرا نام جعفر ہے"۔ اس نے خود ہی اپنا تعارف کرایا۔

"میرا نام تو آپ کو اپنے باس سے معلوم ہو گیا ہو گا" پرمود مسکرایا۔

"جی ہاں کیپٹن"

"گُڈ۔ ہم اس وقت ائیر پورٹ چل رہے ہیں۔ پونے گیارہ بجے ایک آدمی شالمی گڑھ سے یہاں آ رہا ہے۔ ہم ائیر پورٹ سے اس کا تعاقب کریں گے۔ وہ اورئینٹل ہوٹل میں قیام کرے گا۔ شاید وہ ائیر پورٹ سے سیدھا وہیں جائے۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں آپ سے جدا ہو جاؤں گا۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جب وہ ہوٹل سے نکلے تو اس کی نگرانی کریں۔ وہ جہاں بھی جائے، مجھے اس کی اطلاع دے دیں۔ اس کے لیے آپ کو ٹوزیرو۔ ایم کا ٹرانسمیٹر استعمال کرنا پڑے گا۔

"لیکن میرے پاس کوئی ٹرانسمیٹر نہیں ہے"

پرمود نے جواب دیے بغیر ایک ہاتھ سے اسٹئیرنگ سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ مخصوص ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال کر دیا جس کا استعمال بلگارنیہ سیکرٹ سروس کی ہر شاخ کے آدمیوں میں رائج تھا۔

"اس کا دوسرا سیٹ میرے پاس ہے" پرمود نے کہا۔ "لیکن آپ اس کی نگرانی بڑی ہوشیاری سے کریں گے۔ اُسے ذرا بھی شبہہ نہ ہونا چاہیے"۔

"آل رائٹ کیپٹن"

پرمود نے ائیر پورٹ پر گاڑی پارکنگ پلیس میں کھڑی کی اور جعفر کے ساتھ گاڑی سے اتر آیا۔ اس نے اپنے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر کے فلٹ ہیٹ کو کسی قدر آگے جھکا لیا تھا۔

"جہاز ائیر پورٹ پر اتر چکا ہو گا" پرمود نے کہا۔ "پندرہ بیس منٹ میں اس شخص کا باہر آنا یقینی ہے۔ آیئے ہم اس طرف کھڑے ہو کر باتیں کرتے ہوئے اس کا انتظار کریں گے"۔

وہ دونوں ٹہلتے ہوئے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔

پرمود نے پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ جعفر کو پیش کی اور دوسری خود نکال کر ہونٹوں میں دبائی۔

اس قلیل سے وقفے میں جعفر نے ماچس نکال کر جلائی اور پرمود کا سگریٹ سلگانے کے بعد اپنا سگریٹ سلگانے لگا۔

"رنگروپا میں شالمی گڑھ سے زیادہ سردی ہوتی ہے"۔ پرمود نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"جی ہاں، اور گرمی بھی غضب کی پڑتی ہے"

وہ دونوں اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔ پرمود اس طرح کھڑا تھا کہ جعفر کی آڑ میں رہتے ہوئے ائیرپورٹ کی عمارت کے مرکزی دروازے پر نظر رکھ سکے۔

کچھ دیر بعد لوگ باہر آنا شروع ہوئے اور پھر میجر ریحان بھی دکھائی دیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سوٹ کیس تھا۔ سیڑھیاں اتر کر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ پرمود نے فوراً پوزیشن بدل لی اور جعفر کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اپنی جگہ جعفر کو دے دی۔

"وہ جو کاہی رنگ کے سوٹ میں ہے" پرمود نے جعفر سے کہا۔ "داہنے ہاتھ میں سوٹ کیس سنبھالے ہوئے ہے۔ چالیس سال کے قریب عمر ہے، ٹیکسی کو اشارہ کر رہا ہے"

"ٹھیک ہے کیپٹن! میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ کاہی رنگ کے سوٹ میں ایک ہی آدمی تو باہر آیا ہے۔ وہ اب ٹیکسی میں بیٹھ رہا ہے۔ ڈرائیور اس کا سوٹ کیس ٹیکسی میں رکھ رہا ہے"۔

پرمود نے تھوڑا سا ترچھا ہو کر کن انکھیوں سے دیکھا کہ جعفر نے کسی غلط آدمی کو تو نہیں تاڑ لیا ہے۔ مگر نہیں... ایسا نہیں تھا... اس نے ریحان ہی پر نظریں جمائی تھیں۔

ٹیکسی کے حرکت میں آتے ہی پرمود جعفر کے ساتھ پارکنگ پلیس کی طرف بڑھا۔ اس مرتبہ اس نے ڈرائیونگ جعفر کے سپرد کی اور خود پچھلی نشست پر اس طرح بیٹھ گیا کہ ریحان اپنی ٹیکسی کے عقبی شیشے سے پلٹ کر دیکھے بھی تو پرمود کو نہ دیکھ سکے۔

تعاقب شروع ہونے کے ذرا ہی دیر بعد انہیں اندازہ ہو گیا کہ ریحان ہوٹل اورئینٹل ہی کی طرف جا رہا ہے۔

"اب راستہ بدل دیجیے مسٹر جعفر" پرمود نے کہا۔ "کسی دوسرے راستے سے ہوٹل اورئینٹل پہنچیے" "ویری ویل کیپٹن"

راستہ بدل کر وہ بہت تیزی سے ہوٹل پہنچ گئے۔ پرمود گاڑی سے اترتا ہوا بولا

"اب آپ کو اکیلے کام کرنا ہے۔ گڈ بائے"

پرمود تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل میں داخل ہو گیا اور جلد ہی اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا، پھر خواب گاہ میں پہنچا۔ نظریں اس طرف گئیں جہاں ہیڈ فون اور وائر ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ وہ ایک کرسی گھسیٹتا ہوا ان دونوں کونوں کے قریب پہنچا۔ پھر کرسی پر بیٹھنے کے بعد وہ دونوں چیزیں اٹھائیں، وائر ریکارڈ کو اپنی گود میں رکھ لیا۔ یہ بیٹری سے چلنے والا ریکارڈر تھا۔ ہیڈ فون پرمود نے اپنے کانوں پر چڑھالیا، پھر سگریٹ سلگائی اور اطمینان سے کش لیتا ہوا انتظار کرنے لگا۔

اب تک کے حالات سے اس نے جو اندازہ لگایا، وہ یہ تھا کہ جوئے میں ایک بڑی رقم ہارنے کے بعد میجر ریحان پر گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔ بیوی کے زیورات اور کوٹھی رہن رکھنے کے بعد اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان دونوں چیزوں کو کس طرح چھڑائے۔ اسی دوران میں اس کی ملاقات راجیشیائی سفارت خانے کے ملازم سے ہوئی۔ ممکن ہے میجر ریحان اس سے دانستہ ملا ہو۔ اس ملاقات میں ریحان نے کوئی سودا کر لیا۔ اپنے ملک سے غداری پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے ریکارڈ روم سے یقیناً کوئی ایسی چیز چرائی تھی جو راجیشیا کے لیے کشش انگیز ہو گی۔ اسی کے عوض ریحان کو اتنا رروپیا ملنے کی امید ہو گی کہ وہ اپنی مالی حالت کو متوازن کر سکے۔ اس سودے کے لیے رنگروپا کا انتخاب شاید اس لیے کیا گیا ہو گا کہ یہاں سے راجیشیا کے ایجنٹ بلگارنیہ کا راز لے کر زیادہ آسانی سے اپنے ملک تک چلے جانے کی توقع رکھتے ہوں گے، کیونکہ رنگروپا سے راجیشیا کی سرحد ملتی تھی۔

اس بات کا پرمود کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ سودا رنگروپا ہی میں ہو گا۔ اس یقین کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ پچھلے دن رات ہونے تک ریحان نے کسی سے ملاقات نہ کی تھی۔ اگر یہ سودا شالمی گڑھ ہی میں ہونا ہوتا تو فوراً ہو جاتا۔ اس میں دیر بالکل نہ کی جاتی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسی دن ریحان نے چھٹی لے کر رنگروپا کا قصد کیا تھا۔

پرمود کا یقین اس وقت اور مستحکم ہو گیا جب اس نے ریحان کو ائیرپورٹ پر اکیلا دیکھا۔ اگر واقعی اسے یہاں اپنے کسی عزیز کی شادی میں شرکت کرنا ہوتی تو وہ اپنی بیوی کو ضرور ساتھ لاتا۔

پرمود نے ریحان کے کمرے میں ڈکٹافون چھپا کر جو انتظامات کیے تھے، ضروری نہیں تھا کہ وہ کارگر ہی ثابت ہوتے۔ ممکن تھا کہ ریحان وہ سودا اپنے کمرے کی بجائے کسی اور جگہ کرتا۔ اس صورت میں پرمود کے یہ انتظامات دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ لیکن دوسری صورتحال سے نپٹنے کے لیے بھی پرمود نے بندوبست کر ہی لیا تھا۔ اگر ریحان یہاں سے کہیں جاتا تو جعفر اس کی نگرانی کرنے کے لیے موجود ہی ہوتا۔ وہ ٹوزیرو۔ ایم کے ٹرانسمیٹر پر ریحان کی نقل و حرکت کی اطلاع دیتا

اور اس طرح پرمود کو اس جگہ تک پہنچنے میں دقت نہ ہوتی جہاں ریحان جاتا۔

بیس منٹ میں پرمود نے دو سگریٹ پھونک ڈالے لیکن دوسرے کمرے میں نہ تو دروازہ کھلنے کی آہٹ ہوئی، نہ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پرمود پریشان ہو گیا۔ اب تک تو ریحان کو آجانا چاہیے تھا۔ آخر وہ کہاں رہ گیا؟

اچانک پرمود کو خیال آیا کہ ڈکٹافون میں تو کوئی خرابی نہیں ہو گئی جس کی وجہ سے وہ آواز کیچ نہ کر رہا ہو۔ اس خیال کے آتے ہی پرمود نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹوزیرو۔ ایم کا ٹرانسمیٹر نکالا اور جعفر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر دو منٹ بعد دوسری طرف سے جعفر کی آواز سنائی دی اور پھر پرمود نے اس سے سوال کیا۔

"ابھی تک اس کی ٹیکسی نہیں آئی؟ اوور"

"ابھی ابھی آئی ہے کیپٹن! کوئی دو منٹ ہوئے۔ حیرت ہے کہ اسے اتنی دیر ہو گئی۔ وہ اس وقت ہوٹل میں داخل ہو چکا ہے۔ اوور"

"اچھا۔ اوور اینڈ آل" پرمود نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اسے دیر کیوں ہوئی؟... اسے دیر کیوں ہوئی؟ اسے..... پرمود کا ذہن گونجنے لگا۔

پانچ سات منٹ گزرے ہوں گے کہ پرمود نے ہیڈ فون میں دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ ڈکٹافون بالکل ٹھیک کام کر رہا تھا۔ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر ایسا لگا جیسے سوٹ کیس رکھا گیا ہو۔ اب ریحان کے گنگنانے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی، وہ بے حد خوش معلوم ہو رہا تھا۔ پرمود خاموشی سے بیٹھا رہا۔ ضرورت پڑتے ہی وہ وائر ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیتا اور دوسرے کمرے کی آوازیں وائر پر ریکارڈ ہونا شروع ہو جاتیں۔ ریکارڈنگ کے ساتھ ہی ساتھ پرمود خود بھی انہیں سنتا رہا لیکن ابھی وائر ریکارڈ کو کام میں لانے کی ضرورت نہ تھی۔ کوئی پانچ منٹ بعد ایسی آواز سنائی دی جیسے ٹیلیفون کا ڈائل گھمایا جا رہا ہے۔

پرمود کا ہاتھ وائر ریکارڈر پر رینگ گیا اور انگلی اس پُش سوئچ پر جم گئی جس کے دباتے ہی وائر ریکارڈر چل پڑتا لیکن ابھی پرمود نے اسے نہیں دبایا۔

چند ثانیوں بعد.....

"ہیلو" ریحان کی آواز سنائی دی۔ "کون.... آپریٹر.... میں کاؤنٹر کلرک سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے فون سے رابطہ قائم کروادو.....

(وقفہ.....)

ہاں دیکھو مسٹر! میں کمرہ نمبر ایک سو ستائیس سے بول رہا ہوں۔ ذرا معلوم کر کے بتاؤ کہ شالمی گڑھ کے لیے پہلی پرواز کب ہو گی..... اور ہاں! جو پرواز بھی ہو، اس میں میرے لیے ایک سیٹ ریزرو کروادو... ہاں..... شکریہ.... اور دوسرا کام یہ ہے کہ میرے لیے کھانا کمرے ہی میں بھجوادو..... بس....."

پھر ایسی آواز آئی جیسے ریسیور رکھا گیا ہو۔ پرمود نے یہ آوازیں ریکارڈ کرنا غیر ضروری سمجھا تھا۔ کیا ریحان فوراً ہی واپس چلا جانا چاہتا ہے؟ مگر یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ اسے فوراً ہی سودا ہو جانے کی امید ہو۔ غالباً وہ نامعلوم آدمی اس کے پاس آنے ہی والا تھا جس سے اسے سودا کرنا تھا۔

پرمود انتظار کرتا رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ جس وقت وہ نامعلوم آدمی سودا کرنے آجائے تو ریحان پر اور اس پر بیک وقت ہاتھ ڈالا جائے۔

تھوڑی دیر بعد اس قسم کی آوازیں سنائی دیں جن سے اندازہ ہوا کہ ویٹر کھانا لے کر آیا تھا۔ بھوک پرمود کو بھی لگ رہی تھی لیکن وہ اس وقت بھوک کو نظر انداز کرنے پر مجبور تھا۔

ذرا ہی دیر بعد فون پر گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔

"ہیلو" ریحان کی آواز۔ "ہاں میں بول رہا ہوں..... کیا... ساڑھے تین بجے سیٹ ریزرو کرادی؟... اچھا شکریہ... ڈھائی بجے ایک ٹیکسی منگوادینا۔ ہاں"

پرمود نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔ ڈھائی بجے یہاں سے ریحان چلا جانا چاہتا تھا۔ گویا سودا کرنے والے نامعلوم آدمی کو اسی دو گھنٹے کے اندر وہاں آنا تھا۔

پرمود نے سگریٹ نکال کر جلائی۔ یہ وقت اس کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ پھر اچانک ہی ایک خیال پرمود کے ذہن میں بجلی کی طرح چمکا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ سودا ہو بھی چکا ہو۔ اریحان کافی دیر میں ہوٹل پہنچا

تھا۔ شاید کسی جگہ رُکا ہو اور وہیں پر سودا ہو گیا ہو۔

ان خیالات کے آتے ہی پرمود کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کے جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگی ہوں۔ وہ مضطرب ہو گیا۔ جلد از جلد اس بات کی تصدیق ہو جانا چاہیے تھی کہ ریحان راستے میں

کہیں رُکا تھا یا نہیں۔

اس بات کی تصدیق کا ذریعہ صرف ایک ہی تھا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور جو ریحان کو ائیر پورٹ سے لایا تھا۔ اس کی ٹیکسی کے نمبر پر مود کو یاد تھے۔ اتنے سیدھے سادے نمبر تھے کہ پر مود کو یاد رہ گئے، لیکن اگر وہ یاد رہنے والے نہ ہوتے تو پر مود نے انہیں اپنے پاس نوٹ کر لیا ہوتا۔ یہ اس کی عادت تھی کسی بھی کیس پر کام کرتے ہوئے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنی جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر جعفر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جلد ہی وہ کامیاب ہو گیا۔ دوسری طرف سے جعفر کی آواز سننے کے بعد اس نے کہا۔

"سنیے مسٹر جعفر!... آپ اپنے باس کو فون کیجیے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آر۔ ایم۔ ڈبل ون ڈبل نائن نمبر کی ٹیکسی کو شہر میں تلاش کروائیں اور اس کے ڈرائیور سے یہ معلوم کریں کہ وہ گیارہ بجے ائیر پورٹ سے جس آدمی کو اورئینٹل ہوٹل لے گیا تھا، اس آدمی نے راستے میں تو کسی آدمی سے ملاقات نہیں کی تھی؟ اور اگر کی تھی تو کہاں اور کس سے؟۔ دیکھیے مسٹر جعفر! یہ معلومات جلد از جلد حاصل ہونا ضروری ہیں۔ سمجھ گئے؟ اوور!"

"جی ہاں کیپٹن، میں ابھی فون کیئے دیتا ہوں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو اس بات کا شبہہ کیونکر ہوا، لیکن خود مجھے بھی اس بات کا شبہ ہوا تھا۔ اوور!"

"آپ کو یہ شبہہ کیوں ہوا تھا؟" پر مود نے چونک کر پوچھا۔ "اوور!"

"آپ نے ائیر پورٹ پر مجھے بتایا تھا کہ ان صاحب کے پاس صرف سوٹ کیس ہے لیکن جب وہ یہاں آکر ٹیکسی سے اترے تو ان کے ساتھ ایک بریف کیس بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ راستے میں کسی سے ملے ہوں گے جس نے انہیں بریف کیس دیا اور شاید اسی ملاقات کے سبب انہیں دیر بھی ہوئی تھی۔ اوور"

پر مود کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اب اس بات میں شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اسے چوٹ ہو گئی تھی۔ ریحان نے وہ سودا راستے ہی میں کر لیا تھا اور بریف کیس؟... شاید اس میں نوٹ ہوں۔

"مسٹر جعفر!، فی الحال آپ اپنے باس کو فون کرنے کی بجائے ہوٹل کی تیسری منزل پر آجایئے۔ کمرہ نمبر ایک سو چھتیس میں، جلدی۔ اوور اینڈ آل"

پر مود نے رابطہ ختم کیا اور ٹرانسمیٹر جیب میں رکھنے کے بعد اپنے کانوں سے ہیڈ فون اتار کر گود میں

رکھے ہوئے وائر ریکارڈر سمیت نیچے رکھ دیا۔ پھر اٹھا اور جھپٹتا ہوا نشست کے کمرے میں آ گیا۔ جیب سے ریوالور نکالا اور اس کی نال میں سائیلنسر فٹ کرنے لگا۔ اس کے سارے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینا بہہ نکلا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اتنی زبردست چوٹ ہوئی تھی۔ اس کے سان گمان میں بھی نہ تھا کہ ریحان راستے ہی میں کسی جگہ رک کر سودا کر لے گا۔ اگر پرمود کو اس بات کا ذرا سا بھی شبہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہر قیمت پر ریحان کا تعاقب جاری رکھتا۔ اس نے تو یہ سوچ کر راستہ بدل دیا تھا کہ ریحان کو تعاقب کا شبہہ نہ ہو جائے۔ اس بات کا یقین تو وہ کر ہی چکا تھا کہ ریحان کی ٹیکسی کا رخ اورئینٹل ہی کی طرف تھا، چنانچہ اس کے بعد تعاقب جاری رکھنے کی ضرورت نہ رہ گئی تھی۔

وہ دانت پیستا ہوا دل ہی دل میں بولا۔

"اگر وہ نامعلوم راز جو تم نے بیچا ہے، بلگارنیہ کی حدود سے نکل کر راجیشیا پہنچ گیا تو میں تمھیں جان سے مار دوں گا ریحان"۔

پرمود بے چینی سے دروازے کے قریب ہی ٹہلنے لگا۔ اس نے ریوالور میں سائیلنسر لگا کر جیب میں رکھ لیا تھا۔ اس کی مٹھیاں اس طرح کھلنے اور بند ہونے لگی تھیں جیسے کسی کا گلا گھونٹنے کے لیے بے تاب ہوں۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوتے ہی پرمود نے دروازہ کھول دیا۔ جعفر اندر آ گیا اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے کیونکہ شاید اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ پرمود گھبرایا ہوا سا اور پریشان تھا۔ پرمود نے اس کی حیرت پر دھیان دیے بغیر اسے جلدی جلدی بتانا شروع کیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

✶ ✶ ✶ ✶

جعفر نے ریحان کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ پرمود اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ جیب میں ڈال کر اس نے نقاب پکڑ رکھی تھی۔ عین وقت پر وہ اسے نکال کر چہرے پر لگا لیتا۔ ابھی سے لگانا اس لیے مخدوش تھا کہ شاید اس وقت کوئی راہداری میں آنکلتا۔

دستک کے بعد ہی اندر سے ریحان کی آواز آئی۔

"کون ہے؟"

"میں ہوں جناب! ہوٹل کا آپریٹر! ذرا دروازہ کھولیے" جعفر نے پرمود کی ہدایت کے مطابق کہا۔

اندر قدموں کی آہٹ سنائی دینے لگی۔

پرمود نے سوچا یہ بھی ممکن ہے کہ ادھر ریحان دروازہ کھولے اور اسی وقت راہداری میں کوئی نکل آئے۔ اس صورت میں مجھے نقاب کے بغیر ہی کام چلانا پڑے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ دروازہ کھلنے سے ذرا ہی پہلے پرمود نے چہرے پر نقاب لگائی۔ اس وقت راہداری میں کوئی نہ تھا۔ پروگرام کے مطابق جعفر ایک طرف ہٹ گیا اور پھر دروازہ کھلتے ہی پرمود نے ریوالور کی نال ریحان کے سینے پر رکھ دی اور اسے دھکیلتا ہوا کمرے کے اندر پہنچ گیا۔

ریحان کے ہاتھ خود بہ خود اٹھ گئے تھے اور چہرے پر ہلکا سا خوف پیدا ہو گیا تھا۔

پرمود کے بعد ہی جعفر بھی کمرے میں آ گیا اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

پرمود نے ریوالور کو ریحان کے سینے سے لگاتے ہوئے اس کی تلاشی لی اور اس کا ریوالور جیب سے نکال کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"تمھارے پاس جتنا روپیا ہو وہ خاموشی سے ہمارے حوالے کر دو"۔ جعفر نے پرمود کی ہدایت کے مطابق ریحان سے کہا۔ "مگر نہیں، یہاں بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ اندر کے کمرے میں چلو"

وہ دونوں اسے خواب گاہ میں لے گئے۔

"ہاں! نکالو روپیا" جعفر نے حکم دیا۔

ریحان نے اپنی جیب سے پرس نکال کر کھولا اور اس میں سے سارے نوٹ نکال کر جعفر کی طرف بڑھائے۔ وہ کن انکھیوں سے پرمود کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔

"یہ تو چار پانچ سو روپیا ہے!" جعفر بولا۔

"ہاں میں گھر سے اتنا ہی روپیا لے کر چلا تھا"

"ہاں لے کر تو اتنا ہی چلے ہو گے، مگر اب کتنا روپیہ ہے تمھارے پاس؟"

ریحان نے کسی قدر چونکے ہوئے انداز میں جعفر کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا

"اب بھی اتنا ہی ہے۔ اور کہاں سے آتا"

"تم جھوٹ بول رہے ہو" جعفر نے کہا۔ "ائیر پورٹ سے یہاں آتے ہوئے تم نے جو روپیا ایک

آدمی سے لیا تھا، وہ کہاں ہے ؟"

"دفعتاً ریحان کے چہرے پر سفیدی چھا گئی۔

جعفر نے کمرے میں نظریں دوڑائیں اور پھر ایک بریف کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا

"شاید یہی ہے وہ بریف کیس"

"اس میں تو کچھ کاغذات ہیں"۔ ریحان نے جلدی سے کہا۔

جعفر نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر پرمود کی طرف دیکھا۔

"باس! کیا میں اس بریف کیس کی تلاشی لوں ؟"

پرمود نے اپنے سر کو اثباتی حرکت دی۔ جعفر اس بریف کیس کی طرف بڑھا۔

پرمود کی نظریں ریحان پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ ریحان کی پیشانی پسینے میں بھیگ گئی تھی۔ وہ بڑی بے بسی سے جعفر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اوہ! اس میں تو تالا پڑا ہوا ہے۔ چابی دو"۔ جعفر اس کے قریب جا کر بولا۔

"یقین کرو کہ اس میں کاغذات....."

"بکو مت" جعفر نے اسے ڈانٹ دیا، پھر خود ہی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔

ایک جیب میں چابی مل ہی گئی۔ جعفر وہ چابی لے کر بریف کیس کے قریب گیا۔

ایک منٹ بعد....

"باس!... اس میں تو نوٹ ہی نوٹ بھرے ہوئے ہیں" جعفر نے کہا۔ "بڑے نوٹوں کی گڈیاں..... ڈیڑھ دو لاکھ معلوم ہوتا ہے"

ریحان کے چہرے سے پسینا یوں ٹپک رہا تھا جیسے وہ منہ دھو کر کھڑا ہو۔

"کیوں بھئی!" جعفر نے ہنس کر ریحان سے کہا۔ "تم تو کہہ رہے تھے کہ صرف چار پانچ سو روپیا ہے تمھارے پاس"

ریحان کچھ نہ بولا۔

"خیر!" جعفر نے کہا۔ "لیکن وہ آدمی تھا کون جس نے تم کو اتنا روپیا دے دیا؟"

ریحان اب بھی خاموش رہا۔

""بتاؤ"جعفر غرایا۔

"وہ میرا دوست تھا"۔ریحان کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔"میں نے اس سے یہ روپیا قرض لیا ہے"

پرمود نے اچانک اپنے چہرے سے نقاب ہٹادی۔ریحان کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔وہ سکتے کی سی حالت میں پرمود کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر ایسی سفیدی چھا گئی تھی جیسے خون کا ایک قطرہ بھی جسم میں نہ ہو۔

"غدار"پرمود کے لہجے میں بھیڑیے کی سی غراہٹ تھی۔اچانک ریحان نے اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کی اور زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ بولا

"بڑا خطرناک مذاق کیا ہے تم نے اس وقت۔اگر میرا ہارٹ فیل ہو جاتا"۔

"وطن فروش اتنے حیادار نہیں ہوتے کہ یوں اچانک مر جائیں"پرمود کی آنکھوں میں شعلے سے کوند رہے تھے۔"ریحان !میں جلد از جلد یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ آدمی کون تھا جس سے تم نے یہ روپیا لیا ہے؟"

"پرمود !مذاق کو خطرناک حد تک آگے نہ بڑھاؤ"

"بکو مت، جلدی بتاؤ ورنہ بے دریغ گولی مار دوں گا"۔

پرمود کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔

"بتا چکا ہوں کہ وہ میرا ایک دوست تھا"۔ریحان مدھم لہجے میں بولا۔

"میں فرض کیے لیتا ہوں کہ وہ تمھارا دوست تھا، لیکن اس نے تم کو اتنا روپیا کیوں دیا؟"۔

"قرض"

"تم جھوٹ بول رہے ہو لیکن یہ جھوٹ تمھیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔تمھاری تباہی امر ہو چکی ہے۔لیکن ریحان !اگر تمھارا اضمیر ذرا بھی زندہ ہے تو بتا دو کہ تم نے بلگارنیہ کا کیا راز دشمنوں کے ہاتھ فروخت کیا ہے؟"۔

ریحان نے اپنے آپ کو کافی سنبھال لیا تھا لیکن پرمود کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا چہرہ پھر تاریک پڑ گیا۔

https://boldromantichovels.com/

"بتاؤ"۔ پرمود کی آواز غصے سے کانپ گئی۔

"میں نے... میں نے کوئی راز نہیں بیچا ہے۔ تم کسی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو پرمود"

پرمود ایک دم آگے بڑھا اور اس نے ریوالور ریحان کے سینے سے لگا دیا اور دانت پیستا ہوا بولا

"سچ کہتا ہوں تمھیں گولی مار دوں گا، ورنہ بتا دو"

لیکن ریحان نے اقرار نہیں کیا۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ اقرار کر لینے کے بعد ممکن ہے کہ وہ پرمود کے ہاتھ سے تو مارا نہ جائے، لیکن حکومت اسے موت ہی کی سزا دے گی۔ البتہ اقرار نہ کرنے کی صورت میں اس بات کا امکان تھا کہ پرمود محض دھمکی ہی دے رہا ہو۔

جعفر اب بالکل خاموش کھڑا تھا۔

"دیکھو ریحان!... میں صرف پانچ تک گنوں گا" پرمود غصے سے ہانپتا ہوا بولا۔ "اگر تم نے نہ بتایا تو..."

پرمود نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور گننے لگا

"ایک... دو... تین... چار...." پرمود پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

ریحان کا چہرہ مردے کی طرح سفید پڑ گیا لیکن وہ اب بھی چپ تھا۔

پانچ کہنے میں پرمود نے کچھ دیر لگائی۔ جعفر سانس روکے کھڑا تھا۔

"پانچ" پرمود نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹریگر دبا دیا۔ گولی چلی سائیلنسر کی وجہ سے آواز دب گئی اور ریحان کے سینے میں سوراخ ہو گیا۔

ایک ہلکی سی کراہتی ہوئی چیخ کے ساتھ ریحان کے دونوں ہاتھ سینے تک گئے۔ وہ لڑکھڑایا لیکن سنبھل گیا۔ چہرے پر تکلیف کے آثار ابھر آئے لیکن وہ کھڑا رہا۔ پرمود کا چہرہ اب بالکل سپاٹ تھا۔ اس کی نظریں ریحان پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے جان بوجھ کر ایسی جگہ گولی ماری تھی کہ ریحان فوراً ہی نہ مر سکے۔ پرمود نے یہ سوچ کر ایسا کیا تھا کہ شاید ریحان مرنے سے پہلے کچھ بتا دے۔ شاید....

"پرمود... پرمود..." ریحان کی آواز کانپ گئی۔ "میرا یہی انجام ہونا چاہیے تھا... خدا مجھے معاف کرے... میں بہک گیا تھا... پرمود... وہ تین آدمی ہیں... میں اُن سے..... میں اُن سے...."

ریحان لڑکھڑایا اور گر پڑا۔

https://bestromantichovels.pk/

پرمود جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا۔ ریحان کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں اور سانس اکھڑ چکا تھا۔ پرمود نے اس کا سر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔

"ریحان... ریحان" پرمود اسے پاگلوں کی طرح پکارتا چلا گیا۔

ریحان نے آنکھیں نہیں کھولیں مگر اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ پرمود نے فوراً اپنا کان اس کے منہ سے لگا دیا۔

"وہ تینوں ہوٹل... اصفہان ہوٹل میں... میں..."

اور پھر ایک ہچکی کے ساتھ اس کا سر ڈھلک گیا۔ پرمود ایک دم کھڑا ہو گیا اور جعفر سے بولا

"یہاں کوئی اصفہان ہوٹل بھی ہے؟"

"جی ہاں"

"آپ اس کے سوٹ کیس کی تلاشی لیجیے" پرمود نے جلدی سے کہا۔ "اس میں کوئی ایسی چیز نہیں رہنی چاہیے جو اس کی شخصیت پر روشنی ڈال سکے۔ یہ ہمارے ہی محکمہ کا آدمی تھا"

پرمود جھپٹتا ہوا کمرے کے گوشے میں گیا اور اسٹول ہٹا کر ڈکٹافون تار سے نکال لیا، پھر دوسرے کمرے میں گیا اور وہاں کا ڈکٹافون بھی نکال لیا۔ اس کے بعد دوبارہ خواب گاہ میں پہنچا۔ جعفر ابھی تلاشی لے ہی رہا تھا۔ پرمود نے کھلے ہوئے بریف کیس میں تالا لگایا۔

"جلدی کیجیے" اس نے جعفر سے کہا اور پھر ریحان کے قریب جا کر اس کے لباس کی تلاشی لینے لگا۔ خون فرش پر پھیلتا چلا جا رہا تھا۔

"سوٹ کیس میں تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے" جعفر نے پرمود کو بتایا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔ آیئے"

وہ دونوں بیرونی کمرے میں آئے۔ پرمود نے دروازہ کھول کر ریڈور میں جھانکا۔

"آیئے" کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

جعفر نے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔

"آپ نیچے چل کر گاڑی میں بیٹھئے میں آتا ہوں" پرمود نے اس سے کہا۔

"بلکہ ایسا کیجیے کہ گاڑی لے کر سڑک پر دائیں طرف کچھ آگے نکل جایئے، ایک فرلانگ کے قریب

میں وہیں پر آپ سے آملوں گا۔"

"بہتر ہے"

اب پرمود اپنے کمرے میں داخل ہوا، سیدھا خواب گاہ میں پہنچا۔ یہاں سے ریحان کے کمرے میں جانے سے پہلے وہ وائر ریکارڈر کا سوئچ آن کر گیا تھا اس لیے یقیناً وہ باتیں ریکارڈ ہو گئی ہوں گی جو ریحان کے کمرے میں ہوئی تھیں۔

پرمود نے وائر ریکارڈر۔ ہیڈ فون... اور جو دوسری اشیاء سوٹ کیس سے نکالی تھیں، سب سوٹ کیس میں رکھ دیں۔ پھر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر رومال سے اپنا چہرہ صاف کیا، بال درست کیے اور سامان اٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔ باہر نکل کر اسے مقفّل کیا اور لفٹ کی طرف چل پڑا۔ اب وہ قطعی پرسکون نظر آرہا تھا۔

نیچے پہنچ کر وہ کاؤنٹر پر رکا۔ ہوٹل کے بل کی ادائیگی کی اور پھر ہوٹل سے نکل کر اس طرف چل پڑا جہاں جعفر سے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ ایک فرلانگ تک وہ سوٹ کیس اور بریف کیس اٹھائے پیدل چلتا جعفر کی گاڑی تک پہنچ گیا۔ سوٹ کیس ڈکی میں رکھا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ کے برابر میں بیٹھ کر جعفر سے بولا

"جتنی جلد ہو سکے، اصفہان ہوٹل چلیے"۔ گاڑی فراٹے بھرنے لگی۔

"کیا آپ کا قیام بھی اسی ہوٹل میں تھا؟" جعفر بولا۔

"ہوں"۔

"تو وہ چھوڑ کیوں دیا ہے؟"

"پولیس لازماً میری طرف متوجہ ہوتی، کیونکہ میرا کمرہ ریحان کے برابر میں تھا۔ کافی وقت برباد ہو جاتا پولیس کی تحقیقات میں الجھ کر۔ اس وقت ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہے"۔

اصفہان ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی گئی۔

"آپ میرا انتظار کیجیے مسٹر جعفر۔ میں ابھی آتا ہوں"

پرمود اس سے کہہ کر تیزی سے ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس وقت بھی اس نے چشمہ لگا رکھا تھا اور اوور کوٹ کے کالر کھڑے ہوئے تھے۔

وہ کاؤنٹر پر جا کر رکا۔ کلرک ایک رجسٹر پر جھکا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ پرمود نے اسے مخاطب کرنے سے

پہلے ڈائننگ ہال پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی۔

"معاف کیجے گا۔ ذرا سینے" اس نے کلرک کو مخاطب کیا۔

کلرک نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا

"فرمایئے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مجھے آپ کے ہوٹل میں ایک صاحب سے ملاقات کرنا تھی۔ مجھے ان کا نام یاد نہیں۔ بس اتنا معلوم ہے کہ وہ یہیں مقیم ہیں اور ان کے ساتھ ان کے دو دوست بھی ہیں" پرمود نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھہرے ٹھہرے سے لہجے میں بات کی۔

"اس طرح آپ ان تک کیسے پہنچ سکیں گے جناب؟" کلرک نے کہا۔ "بغیر نام معلوم کیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"

"آپ اپنا رجسٹر دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ تین آدمیوں کا گروپ کن کمروں میں ٹھہرا ہوا ہے"

"تین آدمیوں کے تو کئی گروپ ہمارے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں کیسے سمجھ سکوں گا کہ آپ کس گروپ کے آدمی سے ملنا چاہتے ہیں؟" کلرک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ!" کہہ کر پرمود اپنی پیشانی مسلنے لگا اور پھر اچانک بولا۔ "دیکھیے! میں آپ کو ایک اشارہ دیتا ہوں۔ آج ہی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کے درمیان میرے ایک دوست ریحان بھی ان سے ملنے آئے تھے۔ شاید آپ کو علم ہو؟"

"ریحان.... ریحان..." کلرک یوں بڑبڑانے لگا جیسے اپنے ذہن پر زور دے رہا ہو۔

"جی ہاں۔ ریحان" پرمود نے لقمہ دیا۔ "وہ گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کے درمیان یہاں آئے ہوں گے"

"ٹھیک ہے۔ مجھے یاد آ گیا"۔ کلرک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ایک صاحب مسٹر ریحان یہاں آئے تھے اور انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ مسٹر مندر ریکر کس کمرے میں مقیم ہیں۔ اتفاق سے اس وقت مسٹر مندر ریکر اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہوئے تھے"

"وہی وہی"۔ پرمود نے تیزی سے کہا۔ "مجھے مسٹر مندر ریکر ہی سے ملنا ہے۔ وہ کس کمرے میں مقیم ہیں؟"

"تیرہ، چودہ اور پندرہ نمبر کے کمرے ان لوگوں کے پاس تھے لیکن اب تیرہ نمبر کا خالی ہو چکا ہے

کیونکہ مسٹر مندر ریکر چلے گئے۔

"چلے گئے؟۔" پرمود نے چونک کر پوچھا۔ "کہاں چلے گئے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں، بس اتنا جانتا ہوں کہ وہ شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ انھوں نے سوا بارہ بجے کے قریب ٹیکسی منگوائی تھی، ائیر پورٹ جانے کے لیے"

پرمود نے فوراً اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی جو ڈیڑھ بجا رہی تھی۔ پرمود کا سارا جسم سنسنانے لگا۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ اب تک تو مندر ریکر کا جہاز پرواز بھی کر چکا ہو گا اور شاید وہ چیز اسی کے پاس ہو گی جو ریحان نے اسے بیچی تھی۔

"میں ایک فون کرنا چاہتا ہوں" پرمود نے کلرک سے کہا۔

"ضرور کیجیے"

پرمود نے ریسیور اٹھا کر ائیر پورٹ انکوائری کو فون کیا اور پوچھا کہ ساڑھے بارہ بجے کے بعد پینتالیس منٹ کے اندر اندر کوئی فلائٹ ہوئی تھی یا نہیں؟

https://boldromanticnovels.pk/

جواب میں کہا گیا کہ ایک بج کر پندرہ منٹ پر راجیشیا ائیر لائنز کا ایک جہاز وہاں سے روانہ ہوا تھا۔

"کہاں کے لیے؟" پرمود نے جلدی سے پوچھا۔

"وہ راجیشیا گیا ہے"۔

"کس شہر کی طرف؟"

"راونسر میں اترے گا"

"اور اس کے بعد؟"

"وہی اس کی آخری منزل ہے"

"وہ وہاں کب پہنچے گا؟"

چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد "ساڑھے چار بجے"

"شکریہ" پرمود نے ریسیور رکھ دیا۔

"آپ بہت گھبرا گئے جناب" کلرک جلدی سے بولا۔

"مجھے ان سے ضروری کام تھا۔ اچھا اُن کے ساتھی ابھی یہیں مقیم ہیں؟"

"جی ہاں۔ ابھی تو ہیں، لیکن آج ہی رات کو شاید وہ لوگ بھی جا رہے ہیں کیونکہ انھوں نے ہوٹل کا سارا بل ادا کر دیا ہے۔ اگر آپ ان سے ملنا چاہتے ہوں تو میں انہیں فون پر اطلاع دیئے دیتا ہوں۔ وہ اس وقت اپنے کمروں ہی میں ہیں۔"

"نہیں، اطلاع دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں خود ہی جا کر ان سے مل لوں گا۔ وہ اچانک مجھے دیکھ کر حیران ہو جائیں گے" پرمود نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس وقت اپنے کمروں ہی میں ہوں گے؟"

"آپ کے آنے سے چند ہی منٹ پہلے وہ ہال میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ بعد میں مَیں نے انہیں اوپر جاتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد انہیں نہیں دیکھا۔ اگر وہ ہوٹل سے جاتے تو انہیں میرے سامنے ہی سے گزرنا پڑتا"۔

"ہو سکتا ہے وہ عقبی دروازے سے چلے گئے ہوں؟"

"چند مصلحتوں کی بناء پر ہمارے ہوٹل میں عقبی دروازہ نہیں بنوایا گیا ہے"۔

"اوہ... اچھا۔ شکریہ" پرمود یہ کہہ کر تیزی سے زینوں کی طرف بڑھا۔

اس کا خیال تھا کہ چودہ اور پندرہ نمبر کے کمرے پہلی ہی منزل پر ہوں گے۔ خیال درست ثابت ہوا۔ اس نے چودہ نمبر کے دروازے پر رک کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور انتظار کرتا رہا، لیکن گھنٹی کی آواز کے جواب میں کوئی آواز نہ آئی۔ پرمود نے پھر بٹن دبایا اور دباتا ہی چلا گیا۔ اندر گھنٹی بجتی ہی چلی گئی لیکن اب بھی کوئی جواب نہ ملا۔ ایسی صورت میں پرمود کو بے چینی ہونا ہی چاہیے تھی۔ اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور اسے گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ مقفل تھا۔ راہداری کے اگلے موڑ کی طرف سے دو آدمی آتے نظر آئے مگر پرمود نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور آگے بڑھ کر پندرہ نمبر کا بٹن دبانے لگا۔ پھر ہینڈل پکڑ کر دروازہ کھولنے کی بھی کوششیں کیں مگر وہ بھی مقفل تھا۔

"معاف کیجیے گا" پشت سے آواز سنائی دی۔ پرمود تیزی سے مڑا۔

یہ وہی دونوں آدمی تھے جن کو پرمود نے کوریڈور کے اگلے موڑ سے اس طرف آتے دیکھا تھا۔

ان میں سے ایک پرمود سے بولا

"کیا آپ ان لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں جو تیرہ چودہ اور پندرہ نمبر میں ٹھہرے ہوئے تھے؟"

"جی ہاں"

"ان میں سے ایک کو ہم نے ابھی دیکھا تھا۔ وہ عقبی دروازے سے نکل رہے تھے"

اسی آدمی نے جواب دیا اور پھر اشارہ کر کے بولا۔

"اس طرف چلے جائیں۔ دائیں طرف مڑ جایئے گا۔ وہاں زینے ہیں۔ زینے کے خاتمے پر دائیں جانب ایک کوریڈور ہے۔ اس میں کچھ دور چل کر بائیں جانب باہر نکلنے کا دروازہ ہے"

"شکریہ جناب!" پرمود نے کہا اور تیزی سے اس طرف بڑھتا چلا گیا جدھر اشارہ کیا گیا تھا۔

لیکن اس کی یادداشت اتنی خراب نہیں تھی کہ وہ کاؤنٹر کلرک کی بات بھول جاتا۔ اس نے بتایا تھا کہ ہوٹل میں عقبی دروازہ نہیں ہے۔ مگر ان دو آدمیوں میں سے ایک نے اسے عقبی دروازے کے بارے میں بھی بتا ڈالا۔

پرمود سمجھ گیا کہ یہی دونوں مندر یکر کے ساتھی ہیں اور انھوں نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اس طرف بھٹکا کر ہوٹل سے رفو چکر ہو جانا چاہتے ہیں۔

لیکن اس بات کو سمجھ جانے کے باوجود پرمود نے یہی ظاہر کیا جیسے وہ دھوکا کھا گیا ہو۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے کوریڈور ہی میں ان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو وہ بھی اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔ ہوشیار تو تھے ہی، کوریڈور میں ہنگامہ ہو جاتا۔ لوگ اپنے اپنے کمروں سے نکل پڑتے۔ فائرنگ میں دو چار کا زخمی ہو جانا بھی یقینی تھا۔ لہذا مناسب ترکیب یہ تھی کہ انہیں مطمئن کر دینے کے بعد ان پر اس وقت ہاتھ ڈالا جائے جب وہ بے خبر ہوں۔

پرمود تیزی سے چلتا ہوا راہداری عبور کر کے دائیں جانب مڑا۔ وہیں زینوں کے قریب ایک دروازے پر "ٹوائلٹ" لکھا ہوا تھا۔ پرمود دروازے کو کھولتا ہوا اندر داخل ہوا اور پھر ایک باتھ روم میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے نل کھول دیا۔ پانی کی دھار آواز کے ساتھ نیچے گرنے لگی۔ پرمود نے جعفر کو ٹرانسمیٹر پر کال کرنا شروع گیا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور پرمود نے کہا

"مسٹر جعفر! ابھی ابھی ہوٹل سے دو آدمی نکلے ہیں۔ ایک تو چاکلیٹی رنگ کے سوٹ میں ہے اور دوسرا گرے رنگ کے۔ وہ فرار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں کسی طرح بھی بچ کر نہیں جانا

چاہیے۔ سمجھ گئے ؟۔ اوور"

"جی ہاں کیپٹن !... اور کچھ ؟... اوور"

"کچھ نہیں۔ اوور اینڈ آل"

پرمود نے یہ گفتگو اتنے مدھم لہجے میں کی تھی کہ آوازیں پانی گرنے کے شور میں دب گئی تھیں۔ یہ احتیاط پرمود نے اس لیے ضروری سمجھی تھی کہ اگر باتھ روم کے باہر کوئی آئے تو ان آوازوں کو سن نہ سکے۔

ایک منٹ بعد وہ باتھ روم سے نکلا اور تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا جہاں ہال میں جانے کے لیے زینے تھے۔ وہی زینے جن کے ذریعے وہ اوپر آیا تھا۔ وہ ایک چھلانگ میں چار چار سیڑھیوں کو پھلانگتا ہوا نیچے آیا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

"جناب وہ دونوں تو ابھی تو باہر گئے ہیں"۔

کلرک نے اسے بلند آواز میں مخاطب کر کے کہا۔

"کیا آپ ان سے مل لیے ؟"

پرمود سر ہلا کر تیزی سے باہر نکل آیا اور اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔

مورس موجود نہیں تھی۔ اس سے پرمود نے یہی اندازہ لگایا کہ جعفر ان دونوں کے تعاقب میں چلا گیا ہے۔

دفعتاً ٹِک ٹِک کی آواز کے ساتھ پرمود کو اپنی جیب میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں چھپ کر وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور رکتے ہی جلدی سے اس کی عقبی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"چلو... سیدھے چلو" اس نے ڈرائیور سے کہا۔

پھر کچھ ہی دور چلنے کے بعد اس نے ٹیکسی رکوائی اور پانچ روپے کا نوٹ ڈرائیور کو دیتے ہوئے کہا۔

"ذرا سامنے کی دوکان سے ایک پیکٹ سگریٹ تو لے آؤ گرین اینڈ وہائٹ کا۔ باقی پیسے تم رکھ لینا"

"اچھا صاحب"

ڈرائیور کے جاتے ہی پرمود نے ٹرانسمیٹر نکالا اور بیس سیکنڈ بعد وہ جعفر کو جواب دے رہا تھا۔

"یس... پرمود اٹنڈنگ۔ اوور"

"کیپٹن" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں ان دونوں کو وہیں روکنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ ہوا یوں کہ آپ سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو ختم ہی کی تھی کہ دونوں ہوٹل کے دروازے میں دکھائی دیے۔ اسی وقت ایک کار ہوٹل کے دروازے پر آکر رکی اور وہ دونوں لپک کر اس میں بیٹھ گئے۔ کار چل پڑی اور میں اس کے سوا کیا کر سکتا تھا کہ ان کا تعاقب شروع کر دوں۔ چنانچہ میں اس وقت ان کے تعاقب میں ہوں۔ اس وقت ہم ڈربی اسکوائر سے گزر رہے ہیں۔ اوور"

"ٹھیک ہے" پرمود نے کہا۔ "رابطہ قائم رکھیے۔ میں چند منٹ بعد پھر آپ سے مخاطب ہوں گا"

پرمود نے ٹرانسمیٹر چھپالیا کیونکہ ٹیکسی ڈرائیور سگریٹ لے کر قریب آگیا تھا۔

"معاف کرنا دوست۔ میں تم سے ماچس کے لیے کہنا بھول گیا تھا۔ لپک کر ایک ماچس بھی خرید لو" پرمود نے کہا۔

"اچھا جناب!" ڈرائیور اسے سگریٹ کا پیکٹ دے کر پھر دوکان کی طرف چلا گیا۔

پرمود نے موقع مناسب سمجھتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ کی پشت گاہ کو پھلانگا اور اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے انجن اسٹارٹ کر دیا۔ دو منٹ میں ٹیکسی کہیں کی کہیں پہنچ چکی تھی۔ اس معمولی سے وقت میں پرمود نے اسے دو جگہ موڑا تھا۔ اس کے بعد تین موڑ اور لیے پھر تیزی سے ڈربی اسکوائر کی طرف روانہ ہو گیا۔

"ہیلو مسٹر جعفر" اس نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "میں ڈربی اسکوائر کی طرف آرہا ہوں۔ اب آپ کہاں ہیں؟۔ اوور"

"ہم اس وقت کراؤن روڈ پر ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ لوگ اپنے تعاقب سے باخبر ہو گئے ہیں۔ اب انھوں نے رفتار بڑھادی ہے۔ اوور"

"رابطہ قائم رکھیے اور مجھے بتائیے کہ کن راستوں سے گزر رہے ہیں۔ میں جلد از جلد آپ کے قریب پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ میں ایک ٹیکسی لے اڑا ہوں۔ اوور"

"اب بھی ہم کراؤن روڈ پر ہیں۔ سڑک بالکل سنسان پڑی ہے" جعفر راستوں کے بارے میں بتاتا رہا۔

پر مود ٹیکسی کو تیزی سے اڑائے لیے چلا جا رہا تھا لیکن اس وقت اس کی پریشانی بہت بڑھی ہوئی تھی۔

راجیشیا کا ایک ایجنٹ ہوائی جہاز سے راونسر کی طرف پرواز کر چکا تھا۔ وہ ساڑھے چار بجے وہاں پہنچ جاتا، ممکن ہے کہ ریحان کا فروخت کیا ہوا راز اُسی کے پاس ہو۔ اس لیے اس کا بندوبست ہونا بھی ضروری تھا۔ بندوبست اس کے سوا اور کیا ہوتا کہ راجیشیا میں بلگارنوی جاسوسوں کے مرکز کو اس کی اطلاع کر دی جاتی۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ بلگارنوی جاسوس اپنا مرکز راؤنسر ہی میں بنا سکے تھے۔ اس مرکز میں ایک طاقتور ٹرانسمیٹر نصب تھا جس پر وہ بلگارنوی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرتے تھے۔ اسی ٹرانسمیٹر پر ان لوگوں کو مندریکر کے سلسلے میں ہدایات دی جا سکتی تھیں۔ لیکن اس وقت پرمود کے لیے موقع نہیں تھا کہ وہ ایسا کر سکتا، کیونکہ اصفہان ہوٹل سے فرار ہونے والے دونوں آدمی بھی اہمیت رکھتے تھے۔ ممکن تھا کہ ریحان سے خریدا ہوا راز مندریکر نہ لے گیا ہوں بلکہ وہ ان دونوں ہی کے قبضے میں ہو۔ یہ سوچتے ہوئے ان دونوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات بھی نہیں تھی کہ پرمود ان دونوں کو جعفر پر چھوڑ دیتا۔ کیونکہ وہ اکیلا تھا اور دشمن تین تھے۔ ظاہر ہے کہ جو کار ان دونوں کو اصفہان ہوٹل سے لے گئی تھی اسے انھی دونوں کا کوئی آدمی چلا رہا ہو گا، اس لیے ممکن تھا کہ وہ تینوں مل کر جعفر کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو جاتے۔

ٹرانسمیٹر پر جعفر کی آواز برابر سنائی دے رہی تھی۔ وہ پرمود کو راستوں کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا۔ اس وقت پرمود کی ٹیکسی گراؤن روڈ پر فراٹے بھر رہی تھی۔ اس سنسان سڑک پر پہنچے ہی پرمود نے رفتار میں خطرناک حد تک اضافہ کر دیا تھا۔

"اوہ، کیپٹن!" جعفر کی آواز آئی۔ "یہ لوگ اب شہر ہی چھوڑ کر بھاگنے کی فکر میں ہیں۔ ابھی ابھی ان کی گاڑی ایک مضافاتی سڑک پر مڑی ہے۔ یہ راستہ مورتاں نامی ایک گاؤں کی طرف جاتا ہے۔ آپ یہ راستہ جانتے ہیں؟۔ اوور"

"فکر نہ کیجے مسٹر جعفر۔ میں آ رہا ہوں۔ بلگارنیہ کا چپہ چپہ میرا دیکھا ہوا ہے۔ تعاقب جاری رکھیے۔ اگر وہ بچ نکلے تو بہت برا ہو گا۔ وہ تین ہیں نا؟ اوور"

"جی ہاں۔ تیسرا آدمی وہی ہے جو گاڑی لے کر اصفہان ہوٹل پہنچا تھا"۔

پرمود نے بریک لگائے کیونکہ ایک موڑ قریب آ گیا تھا۔ مڑنے کے بعد اس نے پھر ایکسیلیٹر دبایا اور گاڑی ہوا ہو گئی۔ بالکل نئی ٹیکسی تھی اور اس کا انجن بالکل درست حالت میں کام کر رہا تھا۔

"اب ہم دائیں جانب مڑ رہے ہیں" جعفر کی آواز سنائی دی۔ "یہ سڑک کا پہلا موڑ ہے"

سامنے سے ایک ٹرک آرہا تھا۔ اس سے بچنے کے لیے پرمود کو گاڑی کچے میں اتار دینا پڑی۔ یہاں چھوٹے چھوٹے گڑھے تھے۔ جن میں گاڑی بے طرح اچھلی، لیکن پرمود نے اسے قابو میں رکھا جیسے کوئی ماہر شہسوار سرکش سے سرکش گھوڑے کو بھی الف نہیں ہونے دیتا۔

ٹرک والوں نے شور مچا کر اسے خطرناک ڈرائیونگ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن پرمود اس وقت کیسے باز آجاتا۔ اس وقت اس کی جان اتنی قیمتی نہیں تھی جتنا قیمتی وہ راز تھا جو دشمن لے اڑے تھے۔ ٹرک گزر جانے کے بعد پرمود گاڑی کو پھر سڑک پر لے آیا اور اس کے بعد صرف ایک میل آگے بڑھنے کے بعد اس مضافاتی سڑک پر مڑ گیا جس کے بارے میں اسے جعفر نے بتایا تھا۔

پرمود کو قوی امید تھی کہ اب وہ بہت جلد اپنے وطن کے دشمنوں کو جالے گا، لیکن یہ بات پرمود کی سمجھ میں نہ آسکی تھی کہ مندر یکر کے ان دونوں ساتھیوں کو خطرے کا احساس کیونکر ہو سکا تھا۔ وہ کیسے باخبر ہو سکے تھے کہ ایک جاسوس ان کے سر پر آچکا ہے۔ اگر وہ باخبر نہ ہوئے ہوتے تو انھوں نے بھاگنے کی کوشش نہ کی ہوتی۔ وہ پہلے ہوٹل کے عقبی حصے میں گئے تھے لیکن جب انہیں کوئی دروازہ نہیں ملا تھا تو واپس لوٹے تھے۔ پرمود کو اپنے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے دیکھا تھا لیکن وہ جانتے ہوں گے کہ انہیں پہچانا نہیں جاسکتا۔ اسی لیے انھوں نے پرمود کو مخاطب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ دراصل انہیں یہ خدشہ ہوا ہو گا کہ اگر پرمود ان کے ساتھ ہی نیچے اترا تو ممکن ہے کہ ہوٹل کا کلرک پرمود سے کوئی ایسی بات کہے کہ وہ ان دونوں کو مطلوبہ آدمی سمجھ لے۔

مگر یہ خدشہ بھی انہیں ایک ہی صورت میں ہو سکتا تھا۔ وہ جانتے ہوں گے کہ پرمود نے کلرک سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ کی تھی۔ یہاں آکر یہ سوال ابھرتا تھا کہ ان کو پرمود اور کلرک کی گفتگو کا علم کس طرح ہوا؟

پھر وہ کار کہاں سے آگئی جس میں بیٹھ کر وہ فرار ہوئے؟ کیا انھوں نے فون کر کے منگائی تھی؟ لیکن اتنی جلدی تو یہ ممکن نہ تھا۔ بالفرضِ محال اگر یہ مان بھی لیا جائے تو یہ خیال ذہن میں آتا تھا کہ اس کار کو ہوٹل کے عقب میں پہنچنا چاہیئے تھا، کیونکہ ان دونوں نے شاید ادھر سے ہی فرار ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ وہ کار ہوٹل کے سامنے والے دروازے پر کیوں آئی؟

یہ تمام سوالات پرمود کے ذہن میں ابھر رہے تھے۔

وہ اس سڑک پر مڑا جس پر ان دونوں گاڑیوں کو مڑنا چاہیے تھا لیکن دور تک کوئی گاڑی دکھائی نہ دی۔ شاید وہ ابھی حدِ نظر سے آگے تھیں۔

اچانک ٹرانسمیٹر پر آواز ابھری، "کیپٹن! مجھے بتایئے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟... اوور"

پرمود نے اسے اپنی سچویشن سے آگاہ کیا۔

"آپ کس رفتار سے آرہے ہیں؟" جعفر نے پوچھا۔ "اوور"

"نوّے میل... اوور"

"اس کا مطلب ہے کہ آپ تین چار منٹ میں ہمارے قریب پہنچ جائیں گے۔ ہماری اسپیڈ ستر ہے۔ میں بھی اس گاڑی کے قریب پہنچ چکا ہوں. بہت جلد اس سے آگے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ وہ مجھ سے بہت قریب آچکی ہے۔ لیجیے وہ بائیں جان گھوم گئی۔ یہاں سے اس سڑک کی دو شاخیں ہوئی ہیں۔ ایک دائیں جانب گئی ہے اور ایک بائیں جانب۔ آپ بائیں جانب والی سڑک پر آئیں... اوور۔ اوہ...."

پرمود نے ایک فائر کی آواز سنی۔ پھر دوسرا فائر..... تیسرا..... چوتھا۔

"کیپٹن" جعفر کی آواز سنائی دی۔ "ان لوگوں نے فائرنگ شروع کر دی ہے۔ اب میں آپ سے....."

گولی چلنے کی آواز کے ساتھ ہی ایک دھماکہ سنائی دیا۔ پرمود کے اندازے کے مطابق یہ ٹائر پھٹنے کی آواز تھی۔ پھر بریک لگنے کی چیخیں سنائی دیں۔ اس کے بعد ہی پھر ایک دھماکا اور اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ پرمود کے ٹرانسمیٹر سے اب کسی قسم کی آواز نہیں ابھر رہی تھی۔

غیر ارادی طور پر ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھ گیا۔ اب رفتار بتانے والی سوئی سو سے آگے تھرک رہی تھی اور پرمود ہونٹ بھینچے ہوئے سامنے سڑک پر دیکھ رہا تھا۔ ابھی ابھی وہ سڑک کے دو شاخے سے بائیں جانب گھوما تھا۔ اس وقت اس کی گاڑی کا اسٹیئرنگ کسی اناڑی کے ہاتھ میں ہوتا تو گاڑی لازمی طور پر الٹ جاتی۔ اس سڑک کے دونوں طرف چٹیل میدان تھے۔

ایک منٹ بعد ہی پرمود نے بہت دور شعلے سے لپکتے دیکھے۔ شاید وہ جعفر کی گاڑی تھی، پرمود اس کے علاوہ کیا سوچتا۔ قریب پہنچنے پر اس کی تصدیق ہوگئی۔ وہ کچے میں اتر کر الٹ گئی تھی اور اس کے ڈھانچے سے شعلے اٹھ رہے تھے۔ غالباً ٹنکی پھٹ جانے کی وجہ سے پٹرول نے آگ پکڑلی تھی۔ اس

صورتحال کو دیکھتے ہوئے پرمود اس کے علاوہ کیا سمجھتا کہ اس نے اپنے ٹرانسمیٹر پر جو آخری دھماکہ سنا تھا، وہ ٹنکی پھٹنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہو گا۔ اس حادثے میں جعفر کے بچ جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔

پرمود ٹیکسی کو اسی رفتار سے اڑاتا رہا۔ وہ کافی فاصلے پر ایک متحرک دھبّا دیکھ رہا تھا۔ وہ دشمنوں کی کار ہی ہو سکتی تھی۔ پرمود سو میل سے زیادہ رفتار رکھنے پر بھی قادر تھا مگر اس وقت اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ محسوس کر چکا تھا کہ وہ سڑک اس سے زیادہ رفتار کی متحمل نہ ہو سکے گی۔

بہت دور نظر آنے والا دھبا بڑا ہوتا چلا گیا اور ذرا ہی دیر بعد پرمود اس گاڑی کو صاف طور پر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک پرانی سی مرسڈیز تھی۔ پرمود نے اسے دیکھ کر ہونٹ بھینچ لیے۔ سیاہ آنکھوں میں خطرناک چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے رفتار کو تھوڑا سا گھٹا کر نوے میل کر دیا اور پھر ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکالا۔ اتنی ہی دیر میں اس کی گاڑی دشمن سے بہت قریب ہو چکی تھی۔ پرمود نے رفتار اور گھٹا دی۔ وہ جعفر کا انتقام لینے پر آمادہ ہو چکا تھا۔ اب اس کی ٹیکسی ستر میل کی رفتار سے فراٹے بھر رہی تھی۔ دفعتاً مرسڈیز سے فائرنگ شروع ہوئی، لیکن پرمود کو تو اس کا یقین تھا اس لیے اس نے درمیانی فاصلہ اتنا رکھا تھا کہ گولیاں اس کی گاڑی تک نہ آ سکیں۔ اب اس کا ایک ہاتھ کھڑکی سے باہر تھا، لیکن ابھی اس نے فائرنگ نہیں کی۔ اسے ایک خاص وقت کا انتظار تھا۔ جب وہ لوگ اپنی ساری گولیاں ضائع کر دیتے۔

پانچ فائروں کی آوازیں پرمود نے ٹرانسمیٹر پر سنی تھیں۔ چھ فائر ابھی ہو چکے تھے۔ گیارہ گولیاں چل چکی تھیں۔ لیکن چھ فائر کرنے کے بعد شاید انہیں اپنی حماقت کا احساس ہو گیا۔ انھوں نے فائرنگ بند کر دی۔ پرمود کا خیال تھا کہ ان تینوں کے پاس تین ہی ریوالور ہوں گے، یعنی اٹھارہ گولیاں۔ گیارہ فائر وہ کر چکے تھے۔ گویا اب سات گولیاں باقی رہ گئی تھیں۔ پرمود چاہتا تھا کہ جب باقی سات گولیاں ضائع کر چکیں تو پھر وہ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر ان کے قریب پہنچے،

اور پھر..... ایک ہی فائر.....۔ پرمود کو اپنے نشانے پر بڑا اعتماد تھا۔

لیکن ان لوگوں نے شاید بوکھلاہٹ ہی میں اتنی گولیاں ضائع کر دی تھیں۔ جعفر کی گاڑی کو ٹھکانے لگانے کے بعد وہ مطمئن ہو گئے ہوں گے، لیکن اس کے بعد پھر جب ایک اور گاڑی تعاقب میں نظر آئی تو وہ بوکھلا گئے۔ ٹیکسی کی انتہائی تیز رفتاری کی بنا پر انھوں نے یہ سمجھا ہو گا کہ یہ ٹیکسی بھی ان کے تعاقب میں ہے۔ بس پھر بوکھلاہٹ میں وہ فائر کرتے چلے گئے۔ مگر اب وہ ہوشیار تھے۔ انھوں نے ٹیکسی کو ریوالور کی رینج سے باہر محسوس کر کے گولیاں چلانا بند کر دی تھیں۔

”میں تمھیں فائرنگ پر مجبور کر دوں گا“

پرمود بڑبڑایا اور پھر دفعتاً رفتار بڑھادی۔ درمیانی فاصلہ تیزی سے کم ہوتا چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ دیکھتے ہی وہ لوگ بے تحاشا فائرنگ شروع کر دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ادھر سے ایک فائر بھی نہیں ہوا تھا۔ پرمود کو اس پر حیرت ہوئی اور اس نے رفتار کم کر دی۔ پھر اچانک اسے خیال آیا، کہیں ایسا تو نہیں کہ ان لوگوں کے پاس تین ریوالور نہ ہوں صرف دو ہوں۔ گیارہ فائر وہ کر چکے تھے۔ پرمود کو یقین ہو گیا کہ آخری گولی کو وہ لوگ بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں گاڑیاں اس وقت ستر کی رفتار سے اڑی چلی جا رہی تھیں۔ یہ راستہ راجیشیا کی سرحد کی طرف جاتا تھا۔ دونوں ملکوں کے درمیان کاریں وغیرہ ادھر ہی سے آتی جاتی تھیں۔

لیکن پرمود کے لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ وہ ادھر سے کیوں بھاگ رہے ہیں؟ کیا انہیں اس بات کا خدشہ نہیں کہ انہیں بلگارنیہ کی چیک پوسٹ پر روک لیا جائے گا؟ ہو سکتا ہے کہ وہ چیک پوسٹ سے غیر قانونی طور پر گزرنا چاہتے ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ گو کہ اس طرح وہ ایک خطرے سے کھیلنے جا رہے تھے لیکن اس کے علاوہ ان کے لیے کوئی چارہ کار بھی تو نہ تھا۔

پرمود نے سوچا، اب وہ لوگ رک گئے ہیں تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟

اچانک اس نے رفتار بڑھائی۔ اس کا ایک ہاتھ کھڑکی سے باہر تھا اور دوسرا اسٹیئرنگ پر، لیکن اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا مرسڈیز سے فائر ہوا۔ پرمود نے فائر سے ایک ثانیہ پہلے مرسڈیز کی کھڑکی سے ریوالور جھانکتا دیکھ لیا تھا۔ فوراً ہی اس نے بریک لگایا اور پھر اس نے یہ بھی دیکھا کہ گولی اس کی گاڑی سے صرف ایک ڈیڑھ گز کے فاصلے پر زمین سے ٹکرائی تھی۔ یقیناً بڑا اسچّا انشانہ لیا گیا تھا۔ اگر پرمود نے بریک نہ لگائے ہوتے تو یقیناً وہ گولی اپنا کام کر جاتی۔

”اب تم مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے“ پرمود بریک سے پاؤں ہٹاتا ہوا بولا۔

رفتار پھر بڑھ گئی۔ اب مرسڈیز پرمود کے ریوالور کی رینج میں تھی۔ پرمود نے نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ ایک شعلہ سا لپکا اور پھر مرسڈیز کا ایک ٹائر دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا۔ مرسڈیز اچھلی اور پھر اس کے بریکوں کی چیخیں دور تک پھیل گئیں۔

ادھر پرمود نے بھی اپنی گاڑی کے بریک لگائے تھے۔ اچانک مرسڈیز سڑک سے اتری اور قلابازی

کھا گئی۔ پرمود کی گاڑی کچھ آگے جا کر رکی تھی۔ پرمود نے اسے ریورس گیئر میں ڈال دیا اور پیچھے چلا آیا اور اس طرح اسے کچے میں اتارے لیے چلا گیا۔ ٹھیک اس جگہ پہنچ کر رکا جہاں مرسڈیز رکی تھی۔ مرسڈیز بری طرح پچک پچکا گئی تھی۔ پرمود نے بدِقت تمام ان دونوں آدمیوں کو کھینچ کھانچ کر نکالا جو کھلی نشست پر تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی مر چکا تھا۔ اسٹیئرنگ اس کی پسلیاں توڑ کر سینے میں گھس گیا تھا۔

لیکن بچ جانے والے دونوں آدمیوں کی حالت بھی بہتر نہیں تھی۔ وہ بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ ان کے جسم سے کئی جگہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک کی حالت بہت نازک تھی۔ وہ شاید ہی بچ سکتا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا جس سے خون بے تحاشا بہہ رہا تھا۔ وہ دونوں بے ہوش تھے اور وہی آدمی تھے جنہوں نے اصفہان ہوٹل میں پرمود کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔ ایک پل کے لیے پرمود کے ذہن میں آیا کہ ان کی تلاشی لے مگر پھر اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس بات کا خدشہ تھا کہ کوئی گاڑی اس طرف آ نکلتی۔ اس صورت میں پرمود کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس لیے فی الحال مناسب یہ تھا کہ وہ جلد از جلد یہاں سے چل پڑے۔ ویسے بھی اسے جلد از جلد شہر پہنچنا تھا تاکہ راونسر میں بلگارنوی جاسوسوں کے مرکز کو مندریکر کے بارے میں ہدایات پہنچانے کا بندوبست کر سکے۔

اس وقت تین بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ اس نے جلدی سے زخمیوں کو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔ بڑی تیزی سے ٹیکسی موڑی اور شہر کی طرف چل دیا۔ راستے میں جعفر کی گاڑی نظر آئی جس سے اب بھی شعلے اٹھ رہے تھے، لیکن جعفر کو دیکھ کر پرمود حیران رہ گیا، وہ زندہ تھا۔ کار سے کچھ ہی فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر پرمود کو اشارہ کیا۔

بریک لگنے کی آواز دور تک پھیلتی چلی گئی۔ ٹیکسی ایک جھٹکے کے ساتھ رکی تھی۔ پرمود نے دروازہ کھول کر چھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا جعفر کے قریب پہنچ گیا۔ جعفر زخمی تھا۔ اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے اور سارا جسم پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔

”میری ٹانگ ٹوٹ گئی ہے“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”میں کھڑا نہیں ہو سکتا مسٹر پرمود۔ کیا وہ لوگ نکل گئے ہیں؟“

”نہیں“

پرمود نے اس کی بغلوں میں دایاں ہاتھ ڈالا اور بایاں ہاتھ کمر کے نیچے ڈال کر اسے گود میں اٹھالیا۔ جعفر کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی، لیکن پرمود نے اس کی پروانہ کی اور تیزی سے چل کر ٹیکسی کے قریب پہنچ گیا۔ پھر جعفر کو وہیں سڑک پر لٹا کر پچھلی نشست کا دروازہ کھولا۔ دونوں بے ہوش زخمیوں کو پچھلی سیٹ سے اٹھا کر پائیدان کی خلا میں ڈالا۔ پھر جعفر کو دوبارہ اٹھایا اور سیٹ پر اس طرح ڈال دیا کہ کمر کی ٹیک لگا کر بیٹھا رہے اور ٹانگیں سیدھی رہیں۔ ایک منٹ بعد ہی ٹیکسی پھر فراٹے بھر رہی تھی۔

"گاڑی الٹنے سے پہلے ہی میں کود گیا تھا" جعفر نے پرمود کو بتایا۔ "اور پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں گاڑی کی.... دوسری طرف پڑا تھا... پھر... رینگتا ہوا... اس طرف آیا... کہ شاید کوئی گاڑی ادھر سے گزرے... خاص طور سے آپ ہی کا خیال تھا" جعفر نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ خاموش رہیے۔ بولنے سے تکان میں اضافہ ہو گا۔ پرمود نے اسے مشورہ دیا۔ جعفر چپ ہو گیا اور ٹیکسی فراٹے بھرتی رہی۔ جعفر ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد پرمود نے کہا۔

"میں اس وقت سیدھا آپ کے دفتر کی عمارت کا رخ کروں گا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے، لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ راستے میں پولیس نہ روک لے۔ میں اس ٹیکسی پر غیر قانونی طور سے قابض ہوں۔ اس کا ڈرائیور اس کی چوری کی رپورٹ درج کرا چکا ہو گا"۔

جعفر نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ اب اس کی کراہیں بھی نہیں سنائی دے رہی تھیں۔ پرمود آئینے کو ایسے زاویے پر لایا کہ پچھلی نشست کو دیکھ سکے۔ اس نے جعفر کی آنکھیں بند دیکھیں لیکن اس کا متحرک سینہ سانس کی آمد و رفت کا پتا دے رہا تھا۔ پرمود نے ہونٹ بھینچ لیے اور ایک طویل سانس لی۔ جعفر پر بے ہوشی طاری ہو چکی تھی اور یہ اس کے لیے اچھا ہی تھا۔ خوش قسمتی سے راستے میں پولیس سے مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ چار بجنے میں دس منٹ باقی تھے جب اس نے گاڑی ایک عمارت کے پھاٹک پر موڑ دی۔ بلگارنوی سیکرٹ سروس کی مقامی شاخ کا دفتر اسی عمارت میں تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی لیکن خوبصورت عمارت تھی۔

✶ ✶ ✶ ✶

راونسر میں بلگارنوی جاسوسوں کا مرکز ایک دیہی علاقے میں تھا۔ شہری حدود سے آٹھ نو میل دور، ایک گاؤں سے قریب تھا۔ بظاہر وہ ایک چھوٹا سا اسپتال تھا جس کا عملہ ایک ڈاکٹر، دو نرسوں اور ایک کمپاؤنڈر کے علاوہ چند اور آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہاں علاج معالجے میں گاؤں والوں سے کم روپیا لیا جاتا تھا جس کی وجہ سے قرب وجوار کے کچھ دیہات کے لوگ بھی وہاں آتے تھے۔ ڈاکٹر ناتھ ان لوگوں سے بڑی ہمدردی اور خلوص کے ساتھ پیش آتا تھا اور اسی وجہ سے گاؤں والوں میں اس کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ ڈاکٹر ناتھ کے دل میں درد ہے۔ وہ غریبوں کی تکلیف اور بیماریوں کو محسوس کرتا ہے اور اسی لیے اس نے وہاں پر دواخانہ کھولا ہے، ورنہ شہر میں کہیں زیادہ کما سکتا تھا۔ اس کے مریض بہت جلد صحت یاب ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر کے علاوہ اسپتال کا عملہ بھی گاؤں والوں کا بہت خیال رکھتا تھا۔

لیکن ڈاکٹر اور اس کا عملہ دراصل بلگارنیہ کے جاسوس تھے۔ اور جاسوسوں کے اس مرکز کا انچارج کیپٹن نوازش تھا۔ اسپتال کے قریب ہی ایک عمارت میں ان کی رہائش تھی۔ اس عمارت کا ایک خاص کمرہ ان لوگوں کی خفیہ سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ اس کمرے میں ان لوگوں کے خفیہ اجلاس ہوا کرتے تھے۔ اسی کمرے میں ایک بہت بڑا اور طاقتور ٹرانسمیٹر بھی نصب تھا جس کے ذریعے وہ بلگارنیہ کے ہر شہر سے رابطہ قائم کر سکتے تھے، لیکن زیادہ تر انہیں بلگارنوی ہیڈ کوارٹر، شالمی گڑھ سے ہی گفتگو کا موقع ملتا تھا۔ وہیں سے ان کو ہدایات موصول ہوتی تھیں۔

ٹرانسمیٹر پر ہر وقت ایک آدمی کی ڈیوٹی رہتی تھی۔ مقامی وقت کے مطابق چار بجنے میں پچیس منٹ پر اس ٹرانسمیٹر نے کوڈ ورڈز میں ایک پیغام وصول کیا۔

"رنگروپا برانچ آف بلگارنیہ سیکریٹریٹ کی طرف سے حکم

راؤنسر سینٹر کے لیے، بہ اجازت بلگارنیہ سیکریٹریٹ ہیڈ کوارٹر.....

راجیشیا ٹائم کے مطابق چار بجے راجیشیا ایر لائنز کا ایک جہاز راؤنسر ائیر پورٹ پر اترے گا۔ اس جہاز نے بلگارنیہ ٹائم کے مطابق ایک بج کر پندرہ منٹ پر رنگروپا سے پرواز کی تھی۔ اس جہاز میں ایک آدمی مندر ریکر ہے جو بلگارنیہ کا ایک اہم راز لے کر وہاں پہنچ رہا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ وہ راز کیا ہے۔ اس آدمی کو ہر صورت اغوا کیا جائے اور یہ پتا لگایا جائے کہ وہ کیا چیز لے کر وہاں پہنچ رہا ہے۔ وہ چیز حاصل کرنے کے بعد اس آدمی کو شوٹ کر دیا جائے"۔

یہ پیغام موصول ہونے کے صرف چار منٹ بعد ایک تیز رفتار کار اس عمارت سے نکلی اور ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔ تین دوسرے آدمیوں کے علاوہ خود کیپٹن نوازش بھی اس گاڑی میں موجود تھا اور ڈرائیونگ سیٹ اسی نے سنبھالی تھی۔ اسے صرف بیس منٹ میں ائیر پورٹ پہنچنا تھا اور اتنی ہی دیر میں اس نامعلوم آدمی مندریکر کے اغوا کی اسکیم بھی اپنے ذہن میں مرتب کرنا تھی۔ اس کے لیے سب سے اہم مسئلہ مندریکر کی شناخت کا تھا۔ حکمیہ پیغام میں اس کی شناخت کے لیے معمولی سا اشارہ بھی نہ تھا۔

پانچ منٹ بعد!

"سنو" نوازش نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے آدمی کو مخاطب کیا۔ "ائیر پورٹ پر تم گاڑی سے اتر کر فوراً اندر چلے جانا اور وہاں کھڑے ہو جانا جہاں مسافروں کے کاغذات کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ متعلقہ افسر مسافروں کو مخاطب بھی کرے گا۔ اس طرح تم مندریکر کو شناخت بھی کر سکو گے۔ پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ ائیر پورٹ سے باہر آجانا اور اشارے سے بتا دینا کہ مندریکر کون ہے۔ سمجھ گئے؟"

"جی ہاں"

"اور تم دونوں"

نوازش نے پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے آدمیوں سے کہا۔

"سیدھے استقبالیہ گیلری میں چلے جاؤ اور دیکھنا کہ استقبال کرنے والے، جہاز کے مسافروں کو کن کن ناموں سے مخاطب کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں مندریکر کے استقبال کے لیے بھی کوئی موجود ہو۔ اس صورت میں تم دونوں کو یہ بات چیک کرنا ہو گی کہ ان دونوں میں کیا گفتگو ہوتی ہے۔ اس بات کا خاص طور سے دھیان رکھنا کہ مندریکر اپنے استقبال کرنے والے کو کچھ دیتا تو نہیں ہے۔ اگر دیتا ہے تو وہ کیا چیز ہے۔ اگر ایسا ہو تو تم میں سے ایک آدمی باہر آکر مجھے فوراً اس کی اطلاع دے۔ ٹھیک؟"

ان دونوں آدمیوں نے اپنے سر کو اثباتی حرکت دی۔ کیپٹن نوازش گاڑی کو طوفانی رفتار سے اڑائے لیے چلا جا رہا تھا اور ذہن میں یہ سوال گونج رہا تھا کہ بلگارنیہ کا وہ کیا راز ہو گا جو مندریکر نامی آدمی لے کر آرہا ہے۔ نیز یہ کہ اس آدمی کو رنگروپا ہی میں کیوں نہ روک لیا گیا؟۔

https://boldromanticnovels.pk

کیا اس لیے کہ یہ اطلاع بعد از وقت ملی تھی؟۔

"یہی ہو سکتا ہے" نوازش نے سر ہلاتے ہوئے سوچا۔

چار بجنے میں دو منٹ باقی تھے جب وہ ائیر پورٹ پہنچے۔ گاڑی کے رکتے ہی تینوں آدمیوں نے اپنی اپنی طرف کے دروازے کھولے اور اتر کر دروازے بند کرتے ہوئے تیزی سے ائیر پورٹ کی عمارت کے صدر دروازے کی طرف بڑھے۔

نوازش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ان کی طرف دیکھتا رہا، پھر جب وہ عمارت میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس میں سے ایک سگریٹ نکالی اور اسے جلا کر گہرے گہرے کش لینے لگا۔ پانچ منٹ میں اس نے ایک سگریٹ پھونک ڈالی۔ پھر دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گاڑی سے اترنے والا ہو مگر اسی وقت ڈیش بورڈ کے قریب سے ایک عجیب سی آواز آئی۔

نوازش نے فوراً گاڑی سے اترنے کا ارادہ ملتوی کر کے ڈیش بورڈ کے قریب کا ایک بٹن دبایا۔ بٹن کے دبتے ہی ایک کھٹکا ہوا اور ایک خانہ کھل گیا۔ اس خانے میں ایک ٹرانسمیٹر رکھا تھا۔ اس ٹرانسمیٹر ہی سے وہ مخصوص آواز پیدا ہو رہی تھی جس نے نوازش کو اس طرف متوجہ کیا تھا۔ نوازش نے اس کا سوئچ آن کیا۔

"ہیلو.... ہیلو.... سی این ہیلو" ٹرانسمیٹر سے آواز ابھرنے لگی۔ "ہیلو سینٹر کالنگ... ہیلو سی این.... سینیٹر کالنگ"

نوازش چونک پڑا، کیونکہ اس کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں چلنے کی آواز بھی آ رہی تھی۔ بولنے والے کے لہجے میں بھی گھبراہٹ کا احساس ہو رہا تھا۔ نوازش کے لیے یہ کال اسی عمارت سے کی جا رہی تھی جہاں سے وہ پچیس منٹ قبل روانہ ہوا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک دوسرا سوئچ گھمایا اور آگے جھک کر ٹرانسمیٹر کے مائک میں بولا۔

"یس۔ سی این اٹینڈنگ... اوور"

دوسری طرف سے آواز آئی

"سر اعمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ ہم مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ دشمن کو ہمارا اسراغ کس طرح ملا۔ اوور"

"مقابلے کی بجائے وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرو۔ سب کو بتادو کہ وہ اپنے طور وہاں سے فرار ہونے کے بعد نمبر دو میں پہنچ جائیں۔ ٹرانسمیٹر کو ضائع کر دو لیکن اس سے پہلے ہیڈ کوارٹرز کو بھی پیغام بھیج دو۔ اوور"

"بھاگ نکلنے کا قطعی امکان نہیں ہے سر..... ملٹری کا محاصرہ انتہائی تنگ ہے۔ ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے کہ آخر وقت تک مقابلہ کرتے ہوئے مارے جائیں یا خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیں۔ میں ہیڈ کوارٹر کو پیغام بھیج چکا ہوں۔ اوور"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر مقابلہ جاری رکھو اور دنیا کو بتادو کہ بلگارنیہ کے جانبازوں پر ہاتھ ڈالنا آسان بات نہیں ہے۔ اوور"

"ہم ایسا ہی کریں گے سر... اور کوئی ہدایت ہے؟۔ اوور"

"نہیں بس خدا حافظ۔ اوور"

"خدا حافظ سر"

گفتگو ختم ہو گئی اور نوازش ہونٹ بھینچ کر سوچنے لگا کہ آخر یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کو ان کے سینٹر کا علم کس طرح ہوا ہو گا؟

اچانک نوازش چونک پڑا اور پھر اس نے سوچا کہ فی الحال مجھے اپنی ساری توجہ موجودہ مہم کی طرف مبذول رکھنا چاہیے۔ وہ گاڑی سے اتر آیا۔ اس نے گاڑی سے اتر کر دوسرا سگریٹ جلایا اور وہیں کھڑے کھڑے کش لینے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مندریکر کا اغوا کوئی مشکل بات نہ ہو گی۔ بس اتنا کرنا ہو گا مجھے کہ اپنے جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کو اس کی کمر سے لگادوں گا اور پھر اسے وہی کرنا ہو گا جو میں چاہوں گا۔ یہ سوچتے سوچتے نوازش کو پھر اپنے ان ساتھیوں کا خیال آگیا جو اس وقت ملٹری کے نرغے میں آگئے تھے اور موت سے مقابلہ کر رہے تھے۔ شاید ہی ان میں سے کوئی بچ سکے، جیسا کہ پیغام دینے والے نے کہا تھا۔

نوازش نے ان خیالات کو پھر اپنے ذہن سے جھٹکا اور ائیر پورٹ کی عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد عمارت سے لوگ نکلنا شروع ہو گئے۔ نوازش نے ان میں اپنے ایک ساتھی کو بھی دیکھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ قریب آکر وہ رکا اور پھر.....

https://boldromanticnovels.pk/

کیپٹن! اس نے کہا۔ مندر یکر کا پتا چل گیا ہے لیکن وہ ریسٹورنٹ میں جا بیٹھا ہے۔ وہاں اس نے کسی کو فون کیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جلد از جلد ایک گاڑی اسے لینے کے لیے بھیج دی جائے۔ ٹیلی فون پر اس نے کسی کو اپنا نام بھی بتایا تھا اور کوڈ نمبر بھی، لیکن کوڈ نمبر میں واضح طور پر نہیں سن سکا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ گاڑی کے لیے زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے انتظار کر سکتا ہے۔

نوازش نے خیال انگیز طریق پر اپنا سر ہلایا۔

"رفیق اور اسلم کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا

"وہ دونوں ریسٹورنٹ میں ہیں"

"اس کے ساتھ سامان کتنا ہے؟"

"صرف ایک سوٹ کیس"

"اس کا حلیہ؟"

حلیہ معلوم کرنے کے بعد پھر اس نے کوئی سوال نہ کیا۔ اب اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ کیا اسے ریسٹوران ہی سے اغوا کر لیا جائے؟ یہی مناسب تھا ورنہ اگر اس کی کار آ جاتی تو پھر یہ معاملہ کسی قدر مشکل ہو جاتا۔

"اچھا۔ تو سنو شاکر" نوازش نے کہا۔ "ہم اسے ریسٹوران ہی سے اغوا کریں گے۔ میرے ساتھ آؤ"

نوازش اسے لے کر ٹہلتا ہوا آگے بڑھا اور پھر مدھم لہجے میں اسے سمجھانے لگا کہ پروگرام کیا رہے گا۔ شاکر سر ہلاتا رہا اور جب وہ ائیر پورٹ کی عمارت میں داخل ہوئے تو نوازش اسے پروگرام سمجھا چکا تھا۔ پھر دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور قدم ریسٹورنٹ کی طرف بڑھنے لگے۔

پہلے شاکر اندر داخل ہوا، اس کے بعد نوازش نے قدم رکھا۔ دروازے سے دو قدم آگے بڑھ کر اس نے یوں چاروں طرف نظریں دوڑائیں جیسے اپنے لیے میز کا انتخاب کرنا چاہتا ہو۔ اس وقت ریسٹورنٹ میں چار پانچ ہی میزیں بھری ہوئی تھیں، تنہا ایک ہی آدمی تھا۔ اس کا حلیہ بھی شاکر کے بتائے ہوئے حلیے سے مطابقت رکھتا تھا۔ اس لیے نوازش نے سمجھ لیا کہ وہی مندر یکر ہو گا۔

ایک میز پر رفیق اور اسلم موجود تھے۔ شاکر نے قریب پہنچ کر جانے کیا کیا کہ وہ دونوں فوراً کرسیوں سے کھڑے ہو گئے۔ نوازش سیدھا مندر یکر کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

مندر یکر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر چاروں طرف نظریں ڈالیں۔

"لیکن یہاں اور بھی میزیں خالی پڑی ہیں" اس نے کہا۔

"دراصل میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں"

"تشریف رکھیے" اس نے کہا لیکن وہ نوازش کو شبہے کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ جیب میں ڈال لیا۔ شاید ریوالور کے دستے پر گرفت تھی۔ شکریہ کہتا ہوا نوازش بیٹھ گیا اور پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا

"میرا نام ڈیسوزا ہے"

مندر یکر ہچکچایا لیکن مصافحہ کرنے کے لیے اسے اپنا ہاتھ جیب سے نکالنا ہی پڑا۔

"مجھے مندر یکر کہتے ہیں" اس نے کہا۔

نوازش نے تعارف اور مصافحہ والی حرکت اسی لیے کی تھی کہ مندر یکر کا ہاتھ اس کی جیب سے نکلوا لے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے مندر یکر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ اس وقت آپ تین ریوالوروں کی زد میں ہیں۔ ذرا بھی جنبش کی تو بے دریغ آپ کا جسم چھلنی کر دیا جائے گا"۔

مندر یکر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی لیکن نوازش کی گرفت سخت ہو چکی تھی، البتہ ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ تھی جیسے بہت دنوں بعد ملاقات پر بے انتہا خوش ہوا ہو۔

"میں نے عرض کیا نا کہ ریسٹورنٹ میں اس وقت میرے تین ساتھی موجود ہیں جن کی جیبوں میں پڑے ہوئے ریوالوروں کی نالیں آپ ہی طرف اٹھی ہوئی ہیں اور ٹریگر انگلیوں کے دباؤ کے لیے بے چین ہے۔ آپ نے اپنا ریوالور نکالنا چاہا تو اپنی موت کے ذمے دار آپ خود ہوں گے۔ اگر یقین نہ آتا ہو تو ذرا ماحول کا جائزہ لے لیجیے۔ وہ نیلے سوٹ والا... جو دروازے کے قریب کھڑا ہے۔ دوسرا وہ جو کاؤنٹر پر کھڑا ہے اور تیسرا....."

"میں حاضر ہوں جناب" شاکر نے کہا۔ وہ مندر یکر کی پشت پر آ کھڑا ہوا تھا۔

مندر یکر ایک دم پلٹ کر اس کی طرف اور پھر نوازش کی طرف دیکھنے لگا۔

نوازش نے مسکرا کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اب آپ یہاں سے اٹھیے اور ہمارے ساتھ چلیے"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو"

"باہر نکل کر آپ سے گفتگو کرنا تھی"

"لیکن"

"مسٹر مندر یکر" نوازش کا لہجہ سخت ہو گیا۔ "ہمارے پاس وقت نہیں ہے"۔

"اچھا چلو" مندر یکر اٹھ کھڑا ہوا۔

لیکن ابھی وہ چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک ویٹر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا

"آپ کا بل جناب" اس نے مؤدبانہ انداز میں ایک طشتری مندر یکر کی طرف بڑھائی جس میں بل رکھا ہوا تھا۔

"اچھا" مندر یکر نے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ جیب کی طرف بڑھایا۔

"نہیں مسٹر مندر یکر" نوازش نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "آپ تکلیف نہ کیجیے۔ آپ میرے مہمان ہیں۔ بل میں ادا کروں گا"

مندر یکر نے ہونٹ بھینچ لیے۔

نوازش نے اپنا پرس نکال کر بل کی ادائیگی کی اور پھر مندر یکر کے داہنے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دوستانہ انداز میں ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

"میرا سوٹ کیس" مندر یکر نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ وہ لے لیجیے"

پانچ منٹ میں وہ اپنی گاڑی کے قریب پہنچ گئے۔

"تشریف رکھیے" نوازش نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

عارف دروازہ کھول کر اس میں مندر یکر کا سوٹ کیس رکھ رہا تھا۔ مندر یکر پل بھر کے لیے رکا تھا کہ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے شاکر نے اپنی جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کی نال سے اس کی کمر پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا "جلدی..."

مندر یکر کو گاڑی کے اندر بیٹھنا ہی پڑا۔ اس نے کوشش کی تھی کہ گاڑی کے اندر بیٹھتے ہی اپنا ریوالور نکال کر فائرنگ شروع کر دے کیونکہ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ کسی بھی ریوالور کی زد میں نہ ہوتا۔

https://goldromanticnovels.pk/

لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی، کیونکہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اسلم نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے ریوالور کی نال اس کی کمر سے لگادی۔ مندر یکر کا ہاتھ جیب کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"نہیں" اسلم غرایا۔

ادھر سے نوازش مندر یکر کے پہلو میں جا بیٹھا اور بیٹھتے ہی اس نے مندر یکر کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ اتنی دیر میں عارف مندر یکر کا سوٹ کیس ڈکی میں رکھ چکا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ کے دروازے کی طرف گیا اور اسے کھول کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے برابر والی سیٹ شاکر نے سنبھال لی۔ کار کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ چل پڑی۔

سارے کام اطمینان بخش طریقہ پر انجام پا گئے تھے لیکن اس دوران میں نوازش کو یہ دھڑکا لگا رہا تھا کہ مندر یکر کو یہاں سے لے جانے والی کار نہ آجائے۔

جب کار نے رفتار پکڑ لی تو نوازش نے مندر یکر سے کہا

"نیم دراز ہو کر اطمینان سے بیٹھئے مسٹر مندر یکر"

"شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں"

"نہیں آپ ٹھیک نہیں ہیں۔ سیٹ پر ذرا آگے کی طرف پھیل کر بیٹھئے"

"میں نے کہا نا کہ یونہی ٹھیک ہے"۔

"تم سے جو کہا جا رہا ہے، وہ کرو" نوازش کا لہجہ بدل گیا۔ "نہیں کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے"

مندر یکر نے نوازش کے چہرے پر سختی کو محسوس کیا اور پھر اسی میں عافیت سمجھی کہ جو کہا جا رہا ہے وہی کرے۔ وہ سیٹ پر کچھ آگے پھیل کر بیٹھ گیا۔ اب اس کا سر اتنا نیچا رہ گیا تھا کہ گاڑی کے باہر اس کو دیکھا نہ جا سکتا تھا۔ ایسا نوازش نے اس لیے کیا تھا کہ راستے میں اس گاڑی کے ملنے کے امکانات تھے جو مندر یکر کو لینے کے لیے آنے والی تھی۔ ممکن تھا کہ اس کو ڈرائیو کرنے والا مندر یکر کو پہچانتا ہو۔ اسی خدشے کے پیش نظر نوازش نے یہ بندوبست کیا تھا کہ مندر یکر کو دیکھا ہی نہ جائے۔ اسلم کا ریوالور اب بھی مندر یکر کی کمر سے لگا ہوا تھا۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو" مندر یکر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔ آخر ایسی جلدی کیا ہے؟" نوازش نے مسکرا کر کہا اور پھر دفعتاً چونک کر عارف سے بولا "کدھر چل رہے ہو؟"

"سینٹر کی طرف کیپٹن"

"نہیں" نوازش نے کہا۔ "نمبر دو کی طرف چلو"

"کیوں؟" عارف کے لہجے میں حیرت تھی۔

نوازش نے انہیں ابھی تک نہیں بتایا تھا کہ صورتحال بدل چکی ہے اور پھر جب انہیں بتایا گیا کہ سینٹر میں کیا ہو چکا ہے تو وہ سب فکر مند نظر آنے لگے۔

"شاید ہی ان میں سے کوئی بچ سکے" نوازش نے کہا۔

"مگر ان لوگوں کو پتا کیسے چلا؟"

"کسی نہ کسی طرح چل ہی گیا ہو گا" نوازش نے جواب میں کہا۔ "ہو سکتا ہے ان کے ٹرانسمیٹر نے ہمارے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو کو کیچ کر لیا ہو اور پھر انھوں نے ہمارے ٹرانسمیٹر کی سمت معلوم کر لینے کے بعد ہمارے سینٹر کا محاصرہ کیا ہو"

"بہر حال یہ بہت برا ہوا" شاکر بڑبڑایا۔

"ہاں" اسلم بھی بولا۔ "اب ہم اپنے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ بھی قائم نہیں رکھ سکتے"

"مجھے اس وقت سب سے زیادہ فکر اسی بات کی ہے" نوازش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

مندر ریکر ان کی گفتگو کو بڑی توجہ سے سن رہا تھا اور اب اس کے چہرے پر فکر و تشویش کے آثار گہرے ہو گئے تھے۔ شاید اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ اس وقت کن لوگوں کے رحم و کرم پر ہے۔ کار تیزی سے فراٹے بھر رہی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔

"کیا تم لوگ مجھے لوٹنا چاہتے ہو؟" مندر ریکر بولا۔

"بے وقوفی کی باتیں نہ کرو" نوازش نے منہ بنا کر کہا۔ تم نے سمجھ لیا ہو گا کہ ہم کون ہیں"

"میں کیسے سمجھ سکتا ہوں؟"

"ہماری باتوں سے"

"تمھاری باتوں سے تو میں یہی سمجھ سکا ہوں کہ تم مجرموں کے کسی بہت بڑے گروہ سے تعلق رکھتے ہو"

"تمہاری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو یقیناً یہی سمجھتا، لیکن تم ایسا نہیں سمجھ سکتے"

"کیوں! میں ایسا کیوں نہیں سمجھ سکتا؟"

"تم ہمیں بے وقوف کیوں بنانا چاہتے ہو؟" نوازش چڑ گیا۔

"میں اپنے کاروبار میں کبھی کسی کو بے وقوف بنانا پسند نہیں کرتا، پھر تم لوگوں کو کیوں بے وقوف بناؤں گا؟"

"خوب" نوازش طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ "گویا اب تم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ ایک کاروباری آدمی ہو"

"یہ ایک حقیقت ہے۔ میں بکس بنانے والے ایک کارخانے کا مالک ہوں۔ میرے کارخانے کے بکس کئی ملکوں میں ایکسپورٹ کیے جاتے ہیں اور میں....."

"بس بس" نوازش نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اس طویل جھوٹ سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ تم راجیشیا کے سیکرٹ ایجنٹ ہو"

"سیکرٹ ایجنٹ؟" مندر ریکر نے بڑی حیرت سے کہا۔

نوازش نے اسے گھور کر دیکھا لیکن پھر کچھ کہے بغیر کھڑکی سے باہر نظریں دوڑانے لگا۔ اب وہ شہری حدود میں داخل ہو چکے تھے۔

"یقیناً تم لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو" مندر ریکر بڑبڑایا۔ نوازش چپ رہا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی ایک بنگلے کے سامنے جا کر رکی۔ پھاٹک بند تھا۔ عارف نے ہارن دینا شروع کیا۔ جلد ہی پھاٹک کھل گیا۔ کھولنے والا اپنے لباس سے چوکیدار معلوم ہوتا تھا لیکن دراصل وہ بھی بلگارنیہ کی سیکرٹ سروس کا آدمی تھا۔ گاڑی پورچ میں لے جا کر روک دی گئی۔

"انجن بند نہ کرنا عارف" نوازش نے کہا۔ "گاڑی گیراج میں لے جا کر کھڑی کرو"۔

پھر وہ سب نیچے اتر آئے۔

بنگلے کا دروازہ مقفل تھا۔ شاکر نے اسے کھولا اور وہ سب اندر داخل ہوئے۔ چوکیدار کے روپ میں جو آدمی تھا اس نے اندر داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔

بنگلے کے ایک بڑے کمرے میں پہنچنے کے بعد مندر ریکر کی اچھی طرح تلاشی لی گئی، لیکن اس کے پاس کوئی دوسرا ہتھیار نہیں تھا۔

"ہاں دوست!" نوازش نے مندریکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب بتاؤ کہ تم بنگارنیہ سے کیا لے کر آئے ہو؟"

"میں وہاں سے کچھ نہیں لایا ہوں"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ تمھارے اس جھوٹ پر یقین کر کے تمھیں چھوڑ دیا جائے گا؟" نوازش نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں کہہ سکتا کہ تم لوگ کیا کرو گے اور کیا نہیں کرو گے۔ میں نے تو جو حقیقت تھی، اس کا اظہار کر دیا ہے"۔

"دیکھو مندریکر" نوازش نے نرمی سے کہا۔ "ہم تشدد کرنا اچھا نہیں سمجھتے، اس لیے مناسب ہو گا کہ ہمیں اس پر مجبور نہ کرو"

"میں تمھیں کس طرح یقین دلاؤں؟" مندریکر نے ایسے لہجے میں کہا جس سے بے بسی کا اظہار ہوتا تھا۔

"تم ہمیں کسی طرح یقین نہیں دلا سکتے کہ تمہارا تعلق راجیشیا کی سیکرٹ سروس سے نہیں ہے"

"تو پھر مجبوری ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں"

"گویا تم اس بات کا اقرار نہیں کرو گے کہ سیکرٹ ایجنٹ ہو"

"میں ایک غلط بات کا اقرار کیسے کر لوں؟"

"ہوں" نوازش اسے گھورنے لگا۔

اتنے میں عارف مندریکر کا سوٹ کیس لیے ہوئے اندر آیا

"سوٹ کیس کی تلاشی لو" نوازش نے کہا۔

عارف اور اسلم نے سوٹ کیس کی تلاشی لینا شروع کی لیکن سوٹ کیس میں کپڑوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس کے بعد مندریکر کی پھر تلاشی لی گئی۔ اس کا پرس نکال کر دیکھا گیا۔ اس میں کرنسی کے علاوہ چند کاغذات تھے اور ان کاغذات سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ مندریکر واقعی بکس بنانے والے کسی کارخانے کا مالک ہے۔ اس کے علاوہ اس کی جیبوں سے ایک رومال، ایک پاسپورٹ، ایک سگریٹ کیس اور ایک لائٹر کے سوا کچھ نہ نکلا۔

اب نوازش کو الجھن بھی ہوئی اور پریشانی بھی۔ تلاشی اتنی مکمل تھی کہ کسی چیز کے نظروں سے

https://boldromantic novels.pk/

او جھل رہ جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ مگر ایسی کوئی چیز نہ مل سکی جسے نوازش بلگارنیہ کا راز سمجھ سکتا۔

"اچھا دوست" نوازش نے چند منٹ تک مندریکر کو گھورتے رہنے کے بعد کہا۔ "اب تم اپنا لباس اتار دو"

"لیکن..."

"اسلم!" نوازش نے بلند آواز میں کہا۔ اسلم نے اس کا اشارہ سمجھ کر جیب سے اپنا ریوالور نکالا اور اس کا رخ مندریکر کی طرف کر دیا۔

"چلو جلدی کرو" نوازش غرایا۔

مندریکر کو اپنا سارا لباس اتار دینا پڑا، اب اس کے جسم پر صرف ایک انڈرویئر اور بنیان رہ گئی تھی۔

"شاکر" نوازش نے کہا۔ "وارڈروب سے ایک سوٹ نکال لاؤ"

شاکر سر ہلا کر اس کمرے سے چلا گیا۔

نوازش نے مندریکر کی قمیص کے کف اور کالر کو ٹٹولا۔ پھر الٹ پلٹ کر دیکھا، لیکن کچھ نہیں ملا۔ اس نے قمیص مندریکر کی طرف اچھال دی۔

"لو پہنو"

مندریکر نے جلدی سے قمیص پہن لی۔

نوازش نے اس کی پتلون عارف کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے ادھیڑ ڈالو۔ ایک ایک ٹکڑا الگ کر دو"

مندریکر اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

نوازش نے اس کا کوٹ ادھیڑنا شروع کر دیا۔ پانچ منٹ میں شاکر واپس لوٹ آیا۔ وہ ایک سوٹ لے کر آیا تھا۔ نوازش کے اشارے پر وہ سوٹ مندریکر کو دے دیا گیا۔

"یہ تمھارے کچھ ڈھیلا ہو گا، لیکن ستر پوشی تو ہو ہی جائے گی" نوازش نے کہا۔

مندریکر خاموشی سے وہ سوٹ پہننے لگا۔

اس کا سوٹ نوازش اور عارف نے ادھیڑ ڈالا، مگر نوازش کا یہ شبہہ بھی بے بنیاد ثابت ہوا کہ شاید استر

میں کوئی چیز چھپائی گئی ہو۔ پھر مندر ریکر کے سارے کپڑوں کی شامت آگئی۔ سوٹ کیس میں سے ایک ایک کپڑا نکال کر ادھیڑ ڈالا گیا۔ ٹائیاں بھی نہیں چھوڑی گئی تھیں، لیکن بلگارنیہ کا راز؟

وہ اب بھی راز میں تھا۔

اتنی مشکل تلاشی کے بعد وہ نامعلوم چیز مل ہی جانا چاہیے تھی اس لیے نوازش یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ رنگروپا برانچ کو غلط اطلاع تو نہیں ملی تھی۔

دوسرا خیال نوازش کے ذہن میں یہ ابھرا کہ وہ کسی غلط آدمی کو تو نہیں پکڑ لائے ہیں؟ لیکن رنگروپا سے آنے والے پیغام میں تو مندر ریکر ہی کا نام بتایا گیا تھا۔ تو پھر؟

یہی ہو سکتا ہے کہ رنگروپا برانچ کی تحقیق و تفتیش غلط ہو۔ پھر اب کیا کیا جائے؟

ٹرانسمیٹر ہاتھ سے جاتا ہی رہا تھا ورنہ رنگروپا برانچ سے رابطہ قائم کر کے انہیں حالات سے آگاہ کر دیا جاتا۔ نوازش کی پریشانی اور الجھن بڑھتی ہی چلی گئی۔ شام ہو چکی تھی۔

https://pdfromanticnovels.pk/

★★★★

ایک تیز رفتار طیارہ بلگارنیہ کی سمندری حدود سے نکل کر راجیشیا کے سمندر میں داخل ہو چکا تھا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو دشمن کے ریڈار کی آنکھ سے بچائے رکھے اسی لیے اُسے خطرناک حد تک نیچی پرواز کرنا پڑ رہی تھی۔ آخر کار وہ طیارہ راجیشیا کے ساحلی شہر راؤنسر کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ پھر اس کی ایک کھڑکی کھلی اور اس میں سے دو چیزیں فضا میں نکل گئیں۔ ایک موٹر سائیکل تھی اور دوسرا ایک آدمی۔ دونوں پیراشوٹ کھل گئے۔ طیارہ ایک چکر لے کر واپس روانہ ہوا۔ وہ اب تک دشمن کے ریڈار سے بچنے میں کامیاب رہا تھا۔

دونوں پیراشوٹ آہستہ آہستہ زمین کے قریب ہوتے چلے گئے۔ نیچے ایک وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا۔ پانچ منٹ بعد موٹر سائیکل اس میدان میں فراٹے بھر رہی تھی اور اس کی سیٹ پر وہی آدمی بیٹھا تھا جس نے طیارے سے چھلانگ لگائی تھی۔ اس نے فی الحال موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹس جلانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ پانچ سات منٹ کے سفر کے بعد موٹر سائیکل ایک سڑک پر پہنچ جاتی۔ اس کا سوار میجر پرمود تھا اور اس بات پر بے حد خوش تھا کہ اتنی آسانی سے راؤنسر پہنچ گیا تھا۔ صرف آدھے گھنٹے بعد وہ شہری حدود میں بھی داخل ہو جاتا، اگر اسے موٹر سائیکل کی رفتار میں کسی

وجہ سے کمی نہ کرنا پڑتی۔ وہ اس وقت ساٹھ میل فی گھنٹا کی رفتار سے موٹر سائیکل چلا رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی سوچتا جا رہا تھا کہ آج کا دن کس قدر ہنگامی طور پر گزرا ہے۔

ریحان کی موت... پھر اصفہان ہوٹل سے مندریکر کے دونوں ساتھیوں کا تعاقب... جعفر کی کار کی تباہی اور خود جعفر کا زخمی ہونا... پھر مرسیڈیز کی تباہی....

سارے واقعات پرمود کے ذہن میں چکراتے رہے۔ رنگروپا میں سیکرٹ سروس کی شاخ کے دفتر پہنچنے کے بعد پرمود نے فوراً ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر کے صورتحال سے آگاہ کیا تھا پھر وہاں سے اجازت ملنے پر راؤنسر سینٹر کے لیے احکام جاری کیے تھے۔ اس دوران میں مندریکر کے دونوں ساتھیوں اور جعفر کو طبی امداد پہچائی گئی تھی، لیکن مندریکر کا ایک ساتھی جانبر نہ ہو سکا تھا۔ دوسرے کی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ اس سے کوئی بیان لیا جا سکتا، مگر ان کی تلاشی اچھی طرح لے لی گئی تھی، یہ اور بات ہے کہ کچھ نہ مل سکا ہو۔ اس صورت میں پرمود اس کے علاوہ کیا سوچتا کہ وہ نامعلوم راز اس کے ملک سے نکل کر راجیشیا پہنچ چکا ہے۔ اب سارا دارومدار راؤنسر سینٹر کی کارکردگی پر منحصر تھا۔ لیکن پھر اس اطلاع نے پرمود کے ذہن پر دھماکا کیا کہ راؤنسر سینٹر کو راجیشیا کی ملٹری نے محاصرے میں لے لیا ہے اور کسی کے بچ نکلنے کی امید نہیں ہے۔ لیکن اس مایوس کُن اطلاع کا ایک تسلی بخش پہلو یہ تھا کہ محاصرے سے پہلے کیپٹن نوازش اور اس کے تین ساتھی مندریکر کو اغوا کرنے کے لیے ائیرپورٹ روانہ ہو چکے تھے۔

لیکن کیا وہ کامیاب ہو گئے ہوں گے؟ یہ سوال چیف کے لیے بھی پریشان کن تھا۔

یوں تو راجیشیا کے کئی شہروں اور خاص طور سے دارالحکومت "راج کنڈ" میں بھی بلگارنیہ کے جاسوس موجود تھے، لیکن راؤنسر وہ واحد سینٹر تھا جہاں وہ ٹرانسمیٹر نصب کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے، لیکن اب وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اس کی تباہی کے بعد بلگارنوی ہیڈ کوارٹر سے ان کا مواصلاتی رابطہ قائم ہونے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ٹرنک کال پر وہاں کے جاسوسوں سے گفتگو کرنے کا مطلب تو یہ ہوتا کہ ان جاسوسوں کی زندگی بھی خطرے میں ڈال دی جاتی۔ لہٰذا پرمود کے چیف نے اسے راؤنسر بھیجنے کا فیصلہ کیا، بڑی تیزی سے سارے انتظامات مکمل کر لیے گئے۔

پرمود کے ذہن نے ابھی ان خیالات کو یہیں تک دہرایا تھا کہ ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔

"رک جاؤ... کون ہے؟"

پرمود چونکا اور پھر دفعتاً اس کے سارے جسم میں سنسناہٹ سی پھیل گئی۔ وہ خیالات کی رَو میں بہتا ہوا ایک پولیس چوکی کی طرف آنکلا تھا۔

لیکن یہ پولیس چوکی آکہاں سے گئی؟ پرمود یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ اسے اس کے بارے میں کوئی بات نہیں بتائی گئی تھی۔ اور اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ بلگارنوی حکومت کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا۔ شاید یہ چوکی ابھی حال ہی میں قائم کی گئی تھی۔ غالباً اس کے قیام کا مقصد یہ ہو گا کہ اس ویران علاقے میں قتل وغارت گری کی وارداتیں نہ ہوں۔ ممکن ہے دو چار قتل ہو جانے کے بعد ہی اس چوکی کا قیام عمل میں آیا ہو۔ ایسے ہی ویران علاقے جرائم پیشہ عناصر کا اکھاڑہ بنتے ہیں۔

چوکی کے سامنے ایک جیپ اور دو موٹر سائیکلیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے قریب دو تین سپاہی گپیں بانک رہے تھے، انہی میں سے ایک نے پرمود کو للکارا تھا۔

اس للکار کے فوراً بعد ہی پرمود کی موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی چوکی کے سامنے سے گزرنے لگی۔ اس وقت پرمود نے دیکھا کہ چوکی میں لائٹ جل رہی ہے۔

"رک جاؤ!" سپاہی پھر چیخا۔

اس وقت پرمود کے ذہن نے مشین کی سی تیزی سے کام کیا۔ اس نے سوچا اگر میں نے بھاگنے کی کوشش کی تو یقیناً میرا تعاقب کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے میں ان لوگوں کے ہاتھ نہ آسکوں لیکن یہاں ٹرانسمیٹر یا وائرلیس قسم کی کوئی چیز ضرور ہو گی، کیونکہ ٹیلی فون کے کھمبے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ لوگ فوراً شہری پولیس کو میرے بارے میں ہدایات دیں گے اور پھر مجھے دونوں طرف سے گھیر کر پکڑ لیا جائے گا۔ شہر کی طرف جانے کا راستہ تو ایک ہی ہے۔ میں اس طرف گیا تو لازمی پکڑ لیا جاؤں گا، البتہ رُک جانے میں بچاؤ کا پہلو موجود ہے۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ مجھ پر شبہ کرنے لگیں۔ دونوں پیراشوٹ تو میں نے وہیں ایک جھاڑی میں چھپا دیے تھے۔ ہاں ایک قطب نما ضرور ہے جس کی وجہ سے وہ مجھ پر شبہہ کر سکتے ہیں۔ اسے پھینک دینے کے بعد میرے پاس صرف ایک ریوالور رہ جائے گا جس کے لیے مجھے کوئی معقول بہانا تراشنا پڑے گا۔

پرمود نے یہ سب کچھ بڑی تیزی سے سوچا اور رکنے کا فیصلہ کرتے ہوئے موٹر سائیکل کے بریک لگائے۔ بایاں ہاتھ جیب میں ڈال کر قطب نما نکالا اور اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پھر موٹر سائیکل کو موڑنے لگا۔

اتنی دیر میں چوکی پر کھڑے ہوئے موٹر سائیکل سٹارٹ ہو چکے تھے، لیکن جب اُنھوں نے پرمود کو پلٹتے دیکھا تو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ پرمود نے مڑتے مڑتے یہ بھی سوچ لیا کہ یہاں اسے کس قسم کی گفتگو کرنا ہو گی اور اپنے چہرے پر کس قسم کے تاثرات پیدا کرنے ہوں گے۔

✶ ✶

پرمود نے اچٹتی ہوئی نظروں سے میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے چوکی کے انچارج کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک غم زدہ نوجوان پوز کرنے کی بڑی شان دار ایکٹنگ کی تھی۔

"آپ کا نام؟" انچارج نے نرم لہجے میں کہا۔

پرمود اپنی وضع قطع سے ایک شریف آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی خوبصورتی بھی لوگوں کو ضرور متاثر کرتی تھی اور شاید اسی لیے چوکی کا انچارج پولیس کی روایتی سخت کلامی سے دامن بچا گیا تھا۔ شاید لاشعوری طور پر

جواب میں پرمود نے ایک ایسا نام بنا دیا جو صرف راجیشیا کے لوگوں میں رکھا جاتا تھا۔

"ہوں" پولیس افسر کی نظریں پرمود کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے دوسرا سوال کیا۔

"آپ ساحل کی طرف سے آ رہے ہیں؟"

"جی ہاں"

"لیکن آپ کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا"۔

"جاتے ہوئے میں ذرا گھوم کر گیا تھا تاکہ مجھے اس چوکی کے پاس سے نہ گزرنا پڑے"

"اوہ" پولیس آفیسر کے لہجے میں تحیر تھا، لیکن پرمود نے سر اٹھا کر اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھے تھے۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟" پولیس آفیسر نے پوچھا۔

اس مرتبہ پرمود نے بڑے مضمحل سے انداز میں سر اُٹھا کر آفیسر کی طرف دیکھا۔

"اگر میں ادھر سے گزرتا تو آپ لوگ مجھے روک لیتے"

"خوب۔ تو آپ ہم سے بچ کر ساحل کی طرف جانا چاہتے تھے؟"

"جی ہاں"

"مگر... کیوں؟"

پرمود پھیکے سے انداز میں مسکرایا لیکن اس نے نظریں نہیں اٹھائیں اور مدہم سے لہجے میں بولا

"خودکشی کرنے"

""کیا؟" پولیس آفیسر کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"جی ہاں خودکشی کرنے" پرمود نے دہرایا اور ٹھنڈی سانس لے کر کمرے کے ایک کونے کی طرف دیکھنے لگا

"آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اب پولیس آفیسر کے لہجے میں کسی قدر سختی آگئی۔

"جی ہاں... میں اچھی طرح جانتا ہوں"

"اور پھر بھی آپ اپنے جرم کا اعتراف کر رہے ہیں"

"ایک ایسے جرم کا جو پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔ ساحل پر پہنچنے کے بعد میرے خیالات میں تبدیلی آئی تھی۔ میں نے خودکشی کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ محض اس لیے کہ میرا ایک بوڑھا باپ ہے جس کا میں واحد سہارا ہوں۔ میرے بعد اس کا دنیا میں کوئی نہیں رہ جاتا۔ میں نے سوچا کہ یہ میری خودغرضی ہوگی اگر خود پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے اپنے باپ کو آلام و مصائب میں گھرا ہوا چھوڑ جاؤں" پرمود کے لہجے میں بلا کا درد تھا۔

پولیس آفیسر اپنی کرسی سے اٹھا اور میز کے پیچھے سے نکل کر قریب آگیا۔ پرمود کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑی ہمدردی سے بولا۔

"آپ بہت دکھی معلوم ہوتے ہیں"

پرمود نے ایک ٹھنڈی سانس لی، کچھ بولا نہیں۔

"لیکن آپ نے خودکشی کا ارادہ ہی کیوں کیا تھا؟۔ مجھے بتایئے شاید میں آپ کی پریشانیوں کا مداوا کر سکوں"

پرمود نے بڑے مغموم سے انداز میں نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں... اس کا کوئی علاج نہیں... کوئی علاج نہیں"

"پھر بھی بتا دینے میں کیا حرج ہے؟"

"آفیسر" پرمود نے جیسے بڑے کرب کے عالم میں کہا۔ "اگر آپ یہ نہ پوچھیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو میں کسی کو نہیں بتانا چاہتا۔ بتا ہی نہیں سکتا"

"ہوں" پولیس آفیسر نے سر جھکا کر کچھ سوچا۔ ادھر پرمود نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس آفیسر کو بے وقوف بنا کر ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، لیکن اگر پھر بھی کوئی گڑبڑ ہو گئی اور پولیس آفیسر نے میری تلاشی لینا ضروری سمجھا تو پھر مناسب یہی ہو گا کہ میں ان لوگوں کو قتل کر ڈالوں۔ ریوالور کے لیے کسی بہانے کے کارگر ہونے کا امکان کم ہی تھا، کیونکہ جن لوگوں کے پاس ریوالور ہو، وہ خودکشی کے لیے سمندر کا رخ نہیں کرتے۔

"اچھی بات ہے" پولیس آفیسر نے چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔ آپ جا سکتے ہیں، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آلام و مصائب کا حل خودکشی کے پردے میں تلاش کرنا مردانگی کے سراسر خلاف ہے۔ انسان کو اپنی مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے۔ خودکشی کم از کم مردوں کو زیب نہیں دیتی"۔

پرمود کچھ نہ بولا۔

"اب آپ جائیے" آفیسر نے کہا

پرمود نے اب بھی کچھ نہ کہا۔ خاموشی سے مڑا اور تھکے تھکے سے انداز میں قدم اُٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے اب تک بڑی شاندار ایکٹنگ کی تھی۔

لیکن وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پشت سے آواز آئی "سنیے"

پرمود ٹھٹک کر رکا، اس کا دل دھڑک گیا۔

کیا یہ احتیاط کے طور پر میری تلاشی لینا چاہتا ہے؟

پولیس آفیسر کے قدموں کی آہٹ قریب آ گئی اور پھر وہ پرمود کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ چوکی سے باہر لے گیا۔ پرمود سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ پولیس آفیسر نے ایک سپاہی سے کہا۔

"تم اپنے ساتھی کے ہمراہ ان صاحب کو جیپ پر شہر لے جاؤ اور انہیں ان کے گھر پہنچا کر واپس آؤ"

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے" پرمود بولا۔

"ہے ضرورت" آفیسر نے سر ہلا کر کہا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک پرخلوص لکیر کھنچ گئی

تھی۔ وہ بولا

"ہو سکتا ہے راستے میں آپ کے خیالات پھر تبدیل ہو جائیں اور آپ پھر خود کشی کی نیت کر لیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ کو آپ کے گھر تک پہنچا دیا جائے۔ اس کے بعد رات بھر میں آپ کا یہ عزم اور مضبوط ہو جائے گا کہ مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے"۔

"اوہ.... نہیں آفیسر... اس کی ضرورت نہیں۔ کیا فائدہ ان سپاہیوں کو تکلیف دینے سے"

"فرائض کی ادائیگی میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ پولیس کا فرض صرف یہ نہیں ہوتا کہ مجرموں کو پکڑے، بلکہ پولیس کو یہ بھی کرنا چاہیے کہ جرم کو ہونے سے روکے۔ زیادہ بہتر طریقہ یہی ہے"

"لیکن میری موٹر سائیکل....."

"وہ بھی جیپ پر لاد دی جائے گی۔ آپ فکر نہ کریں"۔ آفیسر نے کہا اور پھر سپاہیوں کو مزید ہدایات دینے لگا۔

پرمود سوچ رہا تھا کہ یہ پولیس آفیسر تو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی شریف آدمی ہے۔

✶ ✶

جیپ میدان میں فراٹے بھرتی ہوئی سڑک تک پہنچی اور شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ دونوں سپاہی اور پرمود اگلی نشست پر تھے اور پیچھے موٹر سائیکل لدی ہوئی تھی۔ پرمود دونوں سپاہیوں کے درمیان بیٹھا اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔

بیٹا پرمود۔ یہ تم عجیب چکر میں پھنسے۔ اس سے نکلنے کے لیے تمھیں کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ پولیس آفیسر نے تو ان دونوں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ تمھیں گھر کے اندر داخل کر دینے کے بعد ہی واپس لوٹیں۔ اب تم انہیں کون سے گھر لے جاؤ گے؟

جیپ فراٹے بھرتی ہوئی سڑک پر چلتی رہی۔ دونوں سپاہی بھی خاموش تھے، لیکن زیادہ دیر خاموش نہ رہے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ان کا موضوعِ گفتگو تنخواہ تھی جس کے بارے میں انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ بڑھنے والی ہے۔ پرمود قطعی خاموش بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان دونوں کا بندوبست یہیں کر دے یا شہری علاقے میں داخل ہونے کے بعد کوئی قدم اٹھائے۔ فی الحال کچھ کرنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا کیونکہ جیپ بڑی تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ پرمود اپنا ریوالور نکال کر اگر انہیں دھمکی دیتے ہوئے گاڑی رکوانے کی کوشش کرتا تو ممکن تھا کہ ڈرائیونگ کرنے والا گھبرا

جاتا۔ گھبراہٹ میں اسٹیئرنگ اس کے کنٹرول میں نہ رہ جاتا اور پھر ممکن تھا کہ گاڑی الٹ جاتی۔ چنانچہ پرمود نے فیصلہ کیا کہ وہ شہری حدود میں داخل ہونے کے بعد ہی کچھ کرے گا۔

بارہ بجنے میں بیس منٹ باقی تھے جب گاڑی شہری حدود میں داخل ہوئی اور اس کے پندرہ منٹ بعد پرمود نے ان سے رُکنے کے لیے کہا۔

"وہ جو چار منزلہ بلڈنگ دکھائی دے رہی ہے نا، بس وہیں روک دینا"

جیپ وہیں پہنچ کر رک گئی۔ آدھی رات کا وقت ہونے کی وجہ سے سڑک پر رونق باقی نہیں رہی تھی، لیکن اتنا سناٹا بھی نہ تھا کہ پرمود ان سپاہیوں کو بے ہوش کر کے ڈال دیتا اور لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہو سکتے۔ وہ تو اس ارادے کے تحت یہاں رکا تھا کہ سپاہیوں کو باتوں باتوں میں بے وقوف بنا کر واپس بھیج دے گا۔ موٹر سائیکل جیپ سے اتار کر وہیں کھڑی کی گئی۔ پرمود نے ان سپاہیوں سے کہا

"اچھا دوستو! تم لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ میں اسی بلڈنگ کی تیسری منزل کے ایک فلیٹ میں رہتا ہوں۔ اب تم لوگ جاؤ۔ اپنے آفیسر صاحب سے میرا سلام کہہ دینا اور یہ بھی کہنا کہ میں دو ایک دن بعد ان سے ملنے آؤں گا"

"وہ تو ہم کہہ دیں گے جناب" ایک سپاہی بولا۔ "مگر ان کا حکم تھا کہ آپ کو آپ کے گھر میں داخل کرانے کے بعد ہی ہم واپس لوٹیں"

"اوہ... کیا ضرورت ہے اس تکلف کی" پرمود نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا گھر تو آ ہی چکا ہے"۔

قریب تھا کہ پرمود ان دونوں سپاہیوں کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جاتا، لیکن اسی وقت ایک گشتی کانسٹیبل ادھر آ نکلا۔ وہ ان دونوں سپاہیوں کو اور وہ دونوں اسے پہچانتے تھے۔

"ارے! تم لوگ یہاں کیسے؟" گشتی کانسٹیبل نے ان سے پوچھا۔

"ان صاحب کو پہنچانے آ گئے تھے" ایک سپاہی نے پرمود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ اس بلڈنگ میں رہتے ہیں"

"اس بلڈنگ میں؟" گشتی کانسٹیبل حیرت سے بولا اور پھر اس نے پرمود کو گھورتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ بلڈنگ تو خالی کرائی جا چکی ہے۔ اس بلڈنگ کا مالک اسے تڑوا کر یہاں نئے طرز کی بلڈنگ

بنانا چاہتا ہے۔ پرسوں سے یہ بلڈنگ خالی پڑی ہے اور اس میں تالا پڑا ہوا ہے"۔

"مارے گئے" پرمود نے اپنے دل میں کہا اور پھر جلدی سے بولا

"لیکن میں اب بھی اسی بلڈنگ میں رہتا ہوں۔ میں نے اس کے مالک سے دو چار دن اور رہنے کی اجازت لے لی تھی"

"مگر اس کے صدر دروازے میں تو تالا پڑا ہوا ہے" گشتی کانسٹیبل نے کہا۔ "کیا آپ کے پاس اس کی چابی ہے؟"

پرمود محسوس کر رہا تھا کہ اسے یہاں لانے والے دونوں سپاہی اب اسے شک کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا تھا۔ اس کمبخت گشتی کانسٹیبل نے آکر گڑبڑ کر دی تھی ورنہ وہ ان دونوں سپاہیوں کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو ہی جاتا۔

"ہاں، میرے پاس اس کی چابی ہے"۔ پرمود نے کہا۔

"ذرا دکھایئے" اب ان سپاہیوں میں سے ایک بولا جو پرمود کو لے کر آئے تھے۔

"یہ دیکھیے!" پرمود نے کہتے ہوئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا، لیکن ظاہر ہے کہ اس کے پاس چابی نہ تھی۔ جیب میں ہاتھ ڈالنے کا مقصد تو ریوالور نکالنا تھا کیونکہ اب چھٹکارا حاصل کرنے کی واحد ترکیب یہی تھی۔ ریوالور دیکھتے ہی تینوں سپاہی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئے۔

"خبردار جو اپنی جگہ سے حرکت کی" پرمود کہتا ہوا تیزی سے پیچھے ہٹا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔

دو ایک راہ گیر قریب ہی تھے۔ انھوں نے جو یہ ماجرا دیکھا تو آڑ لینے کے لیے ایک طرف بھاگے۔ پرمود نے ایک فائر کر کے جیپ کا ٹائر بے کار کر دیا اور اس کے فوراً بعد موٹر سائیکل کا انجن اسٹارٹ کیا۔

گولی چلنے کی آواز اور ٹائر پھٹنے کا دھماکا دور تک سنائی دیا ہو گا۔ موٹر سائیکل آگے بڑھی اور فراٹے بھرنے لگی۔ پرمود نے اب ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا لیکن پھر بھی کسی میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اس کا راستہ روک سکتا۔ سڑک پر بھگدڑ مچ گئی تھی۔

اسی وقت ایک کار وہاں آنکلی۔ سپاہیوں نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو روکا اور بیٹھ گئے۔ کار کسی عام آدمی کی تھی لیکن ایسے موقعوں پر ہر ایک پولیس کی مدد پر آمادہ ہو جاتا ہے، چنانچہ وہ تیزی سے موٹر سائیکل کے تعاقب میں روانہ ہو گئی۔

لیکن اتنی دیر میں پرمود دوسری سڑک پر مڑ چکا تھا۔ اس نے یک لخت رفتار بڑھا کر اسی میل تک پہنچادی۔ اب وہ ان لوگوں کے ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ آدھی رات ہو جانے کی وجہ سے راستے سنسان ملے اور پرمود نے اپنی تیز رفتاری کی مہارت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس نے بار بار موڑ لیے لیکن کسی بھی موڑ پر اس نے رفتار کو گھٹا کر بیس میل سے کم نہیں کیا تھا۔ پھر موڑ لینے کے فوراً بعد رفتار اور بڑھ کر اسی نوے تک پہنچ جاتی تھی۔ پانچ منٹ کے اندر وہ کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔ اب کوئی بھی گاڑی اس کے تعاقب میں نہیں تھی، لیکن اب اس موٹر سائیکل پر اس کا سفر کرنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا، چنانچہ اس نے اسے ایک تاریک سی گلی میں چھوڑ دیا۔ ایسا کرنے سے پہلے اس نے اپنا رومال نکال کر اس کے ہینڈلوں سے اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کر دیے تھے۔ پھر وہ ایک سڑک پر نکل آیا اور خوش قسمتی سے اس کو فوراً ہی ٹیکسی مل گئی۔

"گولڈن وے" اس نے ٹیکسی کی پچھلی نشست پر بیٹھنے کے بعد ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ سات آٹھ منٹ کے سفر کے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے کہا

"کس جگہ روکوں جناب؟"

اس کی بات سے پرمود کو اندازہ ہوا کہ ٹیکسی گولڈن وے پر پہنچ چکی ہے۔

"بس یہیں روک دو" پرمود نے اس سے کہا۔

ٹیکسی رک گئی۔ پرمود نے اتر کر اس کا کرایہ ادا کیا اور ایک طرف چل پڑا۔ اب اسے اس چوراہے تک پہنچنا تھا جہاں کونے کی ایک عمارت میں ایک مشہور و معروف انشورنس کمپنی کا دفتر تھا۔ وہاں سے پرمود کو بائیں جانب گھوم کر تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر کے گلرنگ کالونی تک پہنچنا تھا۔

راؤنسر میں بلگار نوی جاسوسوں کے دو ٹھکانے تھے۔ ایک ٹھکانا ختم ہو چکا تھا لیکن دوسرے کے بارے میں کوئی مایوس کن اطلاع نہیں ملی تھی۔ اس لیے خیالِ اغلب یہی تھا کہ نوازش اور اس کے ساتھیوں نے وہیں پناہ لی ہو گی۔

دوسرا ٹھکانا گلرنگ کالونی کے بنگلہ نمبر ایک سو بارہ میں تھا۔ راؤنسر کی سڑکیں پرمود کے لیے اجنبی تھیں۔ وہ پہلی بار یہاں آیا تھا اس لیے روانگی سے قبل وہ تقریباً ایک گھنٹے تک راؤنسر کا نقشہ دیکھتا رہا تھا۔ خاص طور سے اس نے وہ راستے ذہن نشیں کر لیے تھے جن پر چل کر اسے اپنے ملک کے جاسوسوں کے دوسرے ٹھکانے تک پہنچنا تھا۔

ذہن میں راستوں کی جو ترتیب تھی، وہ اس بھاگ دوڑ کی وجہ سے بے ترتیب ہو گئی تھی، لیکن پرمود کو چونکہ گولڈن وے کا نام یاد تھا اس لیے وہ ٹیکسی کے ذریعے یہاں تک آ گیا۔ وہ ٹیکسی کے ذریعے براہ راست گلرنگ کالونی نہیں جانا چاہتا تھا۔

دو منٹ تک چلتے رہنے کے بعد ہی پرمود اس چوراہے پر پہنچ گیا جس کی اسے تلاش تھی۔ اس نے انشورنس کمپنی کے بہت بڑے بورڈ کی طرف دیکھا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہلا کر بائیں طرف مڑ گیا۔ ابھی تک کوئی خطرہ نہیں پیش آیا تھا۔

گلرنگ کالونی میں داخل ہونے کے بعد اس نے کوٹھیوں اور بنگلوں کے نمبر دیکھتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا۔ راستے میں دو ایک راہ گیر ملے لیکن ان سے کچھ معلوم کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ آدھی رات کے بعد کوئی شریف آدمی کسی کی تلاش میں نہیں روانہ ہوتا۔ آخر کار ایک سو بارہ نمبر کا بنگلا بھی مل گیا اور پرمود نے اطمینان کی سانس لی۔

پھاٹک بند تھا۔ پرمود نے اسے پکڑ کر ہلایا اور برآمدے کی طرف دیکھنے لگا جو تاریک پڑا تھا۔ کسی کھڑکی میں بھی روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ پرمود نے دوبارہ پھاٹک ہلایا اور چند ثانیوں بعد دوسری طرف آہٹ ہوئی۔ پرمود نے پھاٹک کی سلاخوں کے درمیان سے ایک سائے کو قریب آتے دیکھا۔

"کون ہے؟" ایک آواز آئی۔

"دوست" پرمود نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟" وہ سایہ پھاٹک کے بالکل قریب آ چکا تھا۔

"کیپٹن نوازش سے"

"یہاں کوئی کیپٹن نہیں رہتا۔ آپ غلط عمارت میں آ گئے ہیں"

"نہیں میں بالکل ٹھیک آیا ہوں"

پرمود نے کہا اور پھر مدھم لہجے میں نہ جانے کیا بولا کہ سائے نے ایک طویل سانس لی۔

شاید پرمود نے شناختی الفاظ کہے تھے، کیونکہ پھر فوراً ہی پھاٹک کھول دیا گیا۔

پرمود یہ سوچتا ہوا اندر داخل ہوا کہ نوازش اور اس کے ساتھیوں کو مندر یکر کا اغوا کرنے میں کامیابی ہو بھی سکی ہو گی یا وہ ناکام رہے ہوں گے؟

✶✶

عارف اور اسلم پرمود کو نہیں جانتے تھے اور پرمود نے بھی انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، البتہ نوازش اور شاکر اس کے لیے اجنبی نہیں تھے۔ شاکر تو راجشیا کے مشہور سائنس دان پروفیسر کیانی کے اغوا کی مہم میں پرمود کے ساتھ کام کر چکا تھا، لیکن نوازش اور پرمود گہرے دوست تھے۔ ان کی واقفیت رسمی نہیں تھی اس لیے نوازش اس سے لپٹ پڑا۔

"تم یہاں کیسے؟"

"تمھاری حیرت کو بعد میں دور کروں گا" پرمود نے کہا۔ "پہلے یہ بتاؤ کہ مندر یکر کا کیا رہا؟"

"وہ ہماری قید میں ہے"

"ویری گڈ" پرمود کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"لیکن اس کے پاس سے کوئی چیز نہیں برآمد ہوئی"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" پرمود نے تیزی سے کہا۔

"یہ تم خود دیکھ لو۔ اب آ ہی گئے ہو۔ میرا خیال تھا کہ ہیڈ کوارٹر سے کسی نہ کسی کو بھیجا جائے گا لیکن اتنی جلدی آنے کی توقع نہ تھی۔ یہ خیال بھی نہ تھا کہ تم آؤ گے"

"وہ کہاں ہے؟"

"مندر یکر؟"

"اور کس کے بارے میں پوچھوں گا؟"

"اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا ہے"

"اور اگر وہ بھاگ نکلے؟"

"اتنا غیر محفوظ نہیں ہے وہ کمرہ، لیکن تم کیا کرو گے؟"

"اس کی تلاشی لوں گا"

"ہم نے مکمل تلاشی لے لی ہے، حتّٰی کہ اس غریب کو ننگا تک کر ڈالا۔ اس کے کپڑے بھی ستیاناس کر ڈالے"

"کپڑے ستیاناس کر دیے، کیا مطلب؟"

نوازش نے تفصیل بتائی جسے سن کر پرمود کو تشویش پیدا ہو گئی۔ واقعی، تلاشی تو مکمل لی گئی ہے۔ اس نے سوچا۔ عارف اور اسلم خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ شاکر کمرے سے کہیں چلا گیا تھا۔ دفعتاً پرمود نے چونک کر نوازش سے اس کے بارے میں پوچھا۔

"وہ کافی بنانے کے لیے باورچی خانے میں چلا گیا ہے" عارف نے جواب دیا۔

"گُڈ... میں اس وقت کافی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا" پرمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک دلآویز لکیر کھنچ گئی اور پھر اس نے نوازش سے پوچھا۔

"وہ پھاٹک کھولنے والا چوکیدار کون تھا؟"

"وہ لیفٹیننٹ عابد ہے"

"یہ نام میرے لیے نیا ہے" پرمود نے کہا۔ خیر! اب تم مجھے مندر یکر کے پاس لے چلو"

وہ کمرہ نہیں بلکہ اسٹور تھا جہاں مندر یکر کو قید کیا گیا تھا۔ اس کے لیے ایک چھوٹی سی چارپائی وہاں ڈال دی گئی تھی۔ اسٹور میں نہ تو کوئی روشن دان تھا نہ کھڑکی تھی، اور دروازہ بھی انتہائی مضبوط قسم کا تھا۔ دروازے کے اوپری حصے میں کبھی دو چوکور شیشے لگے ہوں گے لیکن اب وہ ٹوٹ چکے تھے۔ مگر ان کے ٹوٹنے سے جو خلا پیدا ہو گئی تھی، اس کا طول و عرض اتنا نہیں تھا کہ وہاں سے کوئی آدمی نکل سکتا۔

اندر روشنی ہو رہی تھی۔ پرمود نے ٹوٹے ہوئے شیشوں کے ایک چوکھٹے سے جھانک کر دیکھا۔ چارپائی پر ایک آدمی پیر لٹکائے بیٹھا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بستر پر لیٹا ہی نہ ہو۔

"ہوں" پرمود نے اپنے دل میں کہا۔ "تو یہ ہے مندر یکر"

مندر یکر اپنی کہنیاں گھٹنوں پر رکھے اور ہتھیلیوں پر ٹھوڑی ٹکائے ہوئے سامنے والی دیوار پر نظریں جمائے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

اچانک وہ آہٹ محسوس کر کے چونکا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ پرمود کو شیشے کے چوکھٹے سے جھانکتے دیکھ کر پہلے تو اس کے چہرے پر حیرت کے آثار ظاہر ہوئے اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ خوش ہو گیا ہو۔ نوازش، عارف اور اسلم دروازے سے الگ کھڑے ہوئے تھے۔

"کیپٹن؟" مندر یکر اچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے دروازے کے قریب آ گیا۔

اس کی یہ حرکت پرمود کے لیے عجیب بھی تھی اور غیر متوقع بھی، لیکن اس نے اپنے چہرے سے

کسی بھی قسم کے تاثرات کا اظہار نہ ہونے دیا اور خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"دروازہ کھولیے کیپٹن" مندر یکر نے کہا۔ "آپ بلگارنیہ کی قید سے کب رہا ہوئے؟"

پرمود کے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا اور ساری حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

راجیشیا کی سیکرٹ سروس کا ایک آدمی کیپٹن بروجر بہت دن سے بلگارنیہ کی قید میں تھا۔ وہ اور پرمود ہمشکل تھے۔ اتنی حیرت انگیز مشابہت تھی کہ پروفیسر کیانی کے اغوا کی مہم میں پرمود کئی دن تک کیپٹن بروجر بن کر راجیشیا کی سیکرٹ سروس کے چیف کو بھی بے وقوف بنا چکا تھا۔ بس اس کو اپنے چہرے میں اتنی تبدیلی کرنا پڑی تھی کہ میک اپ کے ذریعے بائیں گال پر ایک بڑا سا مسّا بنا لیا تھا اور سیاہ بالوں کو ہائیڈروجن پراوکسائڈ سے سنہرا کر لیا تھا۔

لیکن اس وقت پرمود کے سیاہ بال فیلٹ ہیٹ میں چھپے ہوئے تھے اور فاصلے کی وجہ سے مندر یکر یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ اس کے بائیں گال پر مسّا ہے یا نہیں، اس لیے اس نے پرمود کو بروجر سمجھ لیا تھا۔

"میں آج ہی بلگارنیہ سے یہاں آیا ہوں"

پرمود نے بروجر کی آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے محکمے کا واحد ایجنٹ تھا جسے آوازوں کی نقل کرنے میں حیرت انگیز مہارت حاصل تھی۔

اس نے اپنے بائیں گال کو آڑ میں کر لیا تھا تاکہ مندر یکر یہ نہ دیکھ سکے کہ اس کے گال پر مسّا نہیں ہے۔

"کیا ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا؟" مندر یکر نے پوچھا۔

"کن لوگوں کو"

"جنہوں نے مجھ کو پکڑا ہے"

"نہیں۔ فی الحال میں نے ان کو ان کے کمروں میں بند کر دیا ہے۔ غالباً یہ بلگارنیہ کے ایجنٹ ہیں"

"ہاں کیپٹن، لیکن آپ دروازہ تو کھولیے"

"باہر بہت وزنی تالا لگا ہوا ہے۔ اس کو توڑنے سے آواز پیدا ہو گی، اس لیے پہلے میں ان لوگوں کا بندوبست کر آؤں۔ اس کے بعد تالا توڑنے آؤں گا"

"فون کر کے مدد طلب کر لیجے نا"

"نہیں میں اکیلا ہی ان لوگوں سے نپٹ لوں گا"

عارف، نوازش اور اسلم بڑی حیرت سے یہ باتیں سن رہے تھے مگر انھوں نے یہ عقلمندی کی کہ خاموش کھڑے رہے اور سامنے بھی نہیں گئے۔

"تھوڑی دیر انتظار کرو" پرمود نے مندریکر سے کہا۔ "میں ابھی واپس آتا ہوں۔ لیکن تم نے ان لوگوں کو کچھ بتایا تو نہیں؟"

"نہیں۔ ویسے یہ بے وقوف میری ایک ایک چیز کی تلاشی لے چکے ہیں"۔ مندریکر ہنسا۔

"اوہ! لیکن تم نے اسے کہاں چھپایا ہے؟"

"پہلے آپ ان لوگوں کا جلدی سے بندوبست کر کے آیئے"

پرمود نے اب معلوم کرنے کے لیے اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ممکن تھا کہ مندریکر کو شک ہو جاتا۔ اس اسٹیج پر جبکہ کامیابی قریب آچکی تھی، پرمود نے جلدبازی سے کام لے کر کھیل بگاڑنا قطعی غلط سمجھا اور سر ہلا کر بولا۔

"اچھی بات ہے میں ابھی آتا ہوں"

پرمود وہاں سے لوٹا۔ نوازش عارف اور اسلم بھی دبے قدموں چلتے ہوئے وہاں سے ہٹ آئے۔ ڈرائنگ روم میں آجانے کے بعد پرمود نے مسکرا کر نوازش سے کہا

https://pdfromanticnovels.pk/

"کیا سمجھے؟"

"اس کے علاوہ کیا سمجھوں کہ وہ تم پر کسی دوسرے آدمی کا شبہہ کر رہا ہے" نوازش نے کہا۔

"خیر، میں تمھیں تفصیل سے بعد میں بتاؤں گا کہ یہ کیا چکر ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ یہاں میک اپ کرنے کا سامان بھی ہے؟"

"ہاں ہے۔ کیا کروگے؟"

"اپنے بائیں گال پر ایک مسّا بنانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہ مجھ پر جس آدمی کا شبہ کر رہا ہے، اس آدمی کے بائیں گال پر مسّا ہے۔ اس وقت میں نے اپنا آدھا چہرہ آڑ میں رکھا تھا اس لیے وہ دیکھ نہیں سکا کہ میرے گال پر مسّا ہے یا نہیں۔ اب میں مسّا بنا کر اس کے سامنے جاؤں گا اور پھر بڑی آسانی سے معلوم کر لوں گا کہ اس نے وہ راز کہاں چھپا رکھا ہے۔ تم تو کہتے تھے کہ مکمل تلاشی لے چکے ہو"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے وہ شے کہاں چھپا رکھی ہے" نوازش نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"خیر تم میک اپ کا سامان منگواؤ" پرمود نے کہا۔

اسی وقت شاکر کافی کی ٹرے لیے ہوئے وہاں آیا اور مسکرا کر بولا

"آپ لوگوں نے تو مجھے چکر میں ڈال دیا"

"کیوں؟" نوازش بولا۔

"میں یہاں آیا تو آپ یہاں نہیں تھے پھر میں سمجھا کہ مندر یکر کے پاس گئے ہوں گے۔ لیکن جب میں وہاں پہنچا تو....."

"کیا" پرمود اا چھل پڑا۔ "کیا تم مندر یکر کے پاس سے آرہے ہو؟"

شاکر کافی کی بڑے تپائی پر رکھ چکا تھا۔ اس نے حیرت سے پرمود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"جی ہاں کیوں؟"

"اس سے کچھ باتیں بھی کی تھیں؟" پرمود نے بے صبری سے پوچھا۔

"جی ہاں" شاکر کی حیرت برقرار رہی۔

"کیا..." پرمود نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا باتیں؟"

"میں نے اس سے پوچھا تھا کہ یہاں میرے ساتھی تو نہیں آئے تھے؟"

"پھر اس نے کہا ہو گا کچھ؟"

"جی ہاں اس نے نفی میں جواب دیا تھا"

"اس کے بعد؟"

"پھر میں اس سے یہ کہہ کر چلا آیا تھا کہ مندر یکر اب تم کو اپنی اصلیت بتانا ہی ہو گی، کیونکہ ہمارا ایک ایسا ساتھی یہاں آگیا ہے جو ہر بات کا اقرار کروالینے میں ماہر ہے"

شاکر نے مسکراتے ہوئے کہا، لیکن پرمود کے رویے کی وجہ سے اس کی مسکراہٹ بھی تحیر زدہ سی تھی۔

"کیا تم نے میرا نام بھی لیا تھا؟" پرمود نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"جی ہاں" شاکر نے جواب دیا۔ اب ہم اسے زندہ تو چھوڑیں گے نہیں، اس لیے میں نے نام بتا دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔ اسے آپ کا نام سن کر بڑی حیرت ہوئی تھی"

پرمود دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ چکا تھا۔

نوازش قہر آلود نظروں سے شاکر کی طرف دیکھنے لگا، پھر شاید اچانک ہی شاکر کو بھی احساس ہوا کہ وہ کوئی حماقت کر چکا ہے، کیونکہ وہ اب بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

عارف اور اسلم بھی اسے ملامت آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ وہاں جاؤ؟" نوازش اس پر بگڑ گیا۔

"چھوڑو" پرمود نے سر اٹھا کر نوازش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاکر کی یہ غلطی دانستہ نہیں ہے۔ ہم ہی سے غلطی ہوئی کہ خیال نہیں رکھا۔ لیکن ہماری یہ غلطی بھی دانستہ نہیں ہے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ شاکر وہاں چلا جائے گا۔ مطلب یہ کہ ہم میں سے کوئی بھی قصوروار نہیں، لہذا جو کچھ ہو گیا اس پر خاک ڈالو اور کافی بناؤ۔ پھر دیکھیں گے کہ حالات کی اس نئی کروٹ کے بعد کیا کر سکتے ہیں۔ ضرورت پڑی تو تشدد سے کام لیں گے"

کافی پینے کے دوران میں شاکر کو بتایا گیا کہ اس سے کیا غلطی ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد اس کے چہرے سے پشیمانی ظاہر ہونے لگی۔

"مجھے شرمندگی ہے کیپٹن" اس نے پرمود سے کہا۔

"پروا مت کرو۔ غلطیوں پر پشیمان ہونے کی بجائے میں یہ سوچنا پسند کرتا ہوں کہ ان کا ازالہ کس طرح کیا جائے"

"لیکن یہ ازالہ کس طرح ہو گا؟" نوازش بولا۔

"ابھی دیکھ لیں گے۔ ذرا اطمینان سے کافی پی لو تاکہ دماغ تر و تازہ ہو جائے"۔

پرمود نے مسکرا کر کہا۔ اب اس کے چہرے سے فکر و تردد کا ذرا بھی اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ دفعتاً وہ سنجیدہ ہو کر بولا

"ہاں۔ ابھی تم لوگوں کو اپنے سینٹر کے بارے میں تو کچھ نہ معلوم ہوا ہو گا"

"شاید صبح کے اخبارات سے کچھ پتا لگے۔ ریڈیو کی خبروں میں تو کچھ نہیں بتایا گیا"۔ نوازش کے چہرے پر افسردگی پھیل گئی۔ اس نے قدرے توقف سے کہا۔ "شاید ہی ان میں سے کوئی بچ سکا ہو۔ اگر بچ نکلا ہوتا تو سیدھا یہیں آتا"

"وہاں کتنے آدمی پھنس گئے تھے؟"

"پانچ" نوازش نے بتایا۔

پرمود چند ثانیے خاموش رہا۔

"تمھارے لیے چیف کا ایک حکم ہے"۔ اس نے کہا۔ راؤنسر سینٹر کو توڑ دیا جائے۔ جو لوگ بچ گئے ہیں وہ راج کنڈ جا کر وہاں کے سینٹر میں شامل ہو جائیں۔ لیکن تمھیں اور لیفٹیننٹ عابد کو میرے ساتھ واپس بلنگارنیہ جانا ہو گا"

"کیوں... صرف مجھے اور عابدہ کو کیوں؟"

"چیف اپنی مصلحت کو خود سمجھ سکتا ہے"

"لیکن ہم لوگ واپس بلگارنیہ کس طرح جائیں گے؟"۔

"یہاں سے ہم کو راج کنڈ جانا ہو گا۔ وہاں کے سینٹر کی مدد سے ہم تینوں زارستان کے لیے جعلی پاسپورٹ بنوائیں گے۔ زارستان میں ہماری منزل وہاں کا دارالحکومت نقیب ہو گی"

"جعلی پاسپورٹوں پر سفر کرنا خطرناک ثابت ہو گا"

"ہم لوگوں کی زندگی میں خطرات کے علاوہ اور ہے ہی کیا۔ لیکن جعلی پاسپورٹوں پر زارستان کا سفر زیادہ خطرناک ثابت نہیں ہو گا، کیونکہ زارستان سے راجیشیا کے تعلقات بڑے اچھے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ زارستان درپردہ ہمارے ملک کا دوست ہے"۔

"اور پھر وہاں پہنچنے کے بعد؟"

"یہ ہماری حکومت کے لیے بہت آسان ہے کہ وہ ہمیں نقیب سے بلگارنیہ بلالے" پرمود نے کہا۔

"ہم لوگ کل ہی صبح یہاں سے راج کنڈ کے لیے روانہ ہو جائیں گے اور پھر وہاں سے نقیب"

اس گفتگو کے دوران ان سب نے کافی پی لی۔ پرمود نے نوازش سے کہا۔

"اب مندر ریکر کو یہاں لے آؤ"

"کیوں نہ تم اپنے گال پر مسّا بنا کر کوشش کر ہی ڈالو"

"بے کار ہے۔ جب وہ بروجر کو جانتا ہے تو اسے یہ بات بھی معلوم ہو گی کہ بلگارنوی سیکرٹ سروس کا ایک ایجنٹ اس کا ہم شکل ہے۔ شاکر نے تو اسے میرا نام تک بتا دیا ہے، اس لیے اب اسے بے وقوف بنانا ممکن نہیں"

نوازش سر ہلا کر اٹھا۔

"میں لے آؤں جناب؟" عارف بولا۔

"نہیں۔ میں لے کر آتا ہوں"

نوازش کے جانے کے بعد پرمود نے سگریٹ جلایا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ تین چار منٹ بعد جب قدموں کی آہٹ ہوئی تو پرمود نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ مندر ریکر کمرے میں آچکا تھا۔ نوازش اسے ریوالور کی زد میں یہاں لایا تھا۔ یہاں آکر اس نے کمرے کے دونوں دروازے اندر سے بند کر لیے اور ریوالور اپنی جیب میں ڈال لیا۔ مندر ریکر پرمود کو گھور رہا تھا۔

"کیوں" پرمود مسکرایا۔ "پہچاننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"تم کیپٹن پرمود ہو" وہ بولا۔

"تمھیں کوئی اعتراض ہے؟" پرمود مسکراتا رہا۔

اچانک نوازش نے مندر ریکر کی گردن پر ردّا جماتے ہوئے کہا۔

"تم تو کہتے تھے کہ ایک کاروباری آدمی ہو"

مندر ریکر کچھ نہ بولا، مگر وہ نوازش کو کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا تھا۔

"مندر ریکر" پرمود بولا۔ "لاؤ وہ چیزیں میرے حوالے کر دو"

"تمھارے ساتھی میری تلاشی لے چکے ہیں۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے"

"لیکن تھوڑی ہی دیر پہلے تم مجھے کیپٹن بروجر سمجھتے ہوئے اس بات کا اقرار کر چکے ہو"

مندر ریکر نے بے پروائی سے کندھے جھٹکے اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے خود ہی تمھاری تلاشی لینا پڑے گی" پرمود اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

"تم بھی کوشش کر دیکھو"

نوازش کو اس کے اس انداز پر تاؤ آگیا۔ قریب تھا کہ وہ اس کے ہاتھ اڑانا شروع کر دیتا لیکن پرمود نے آنکھ کے اشارے سے اس کو روکا اور مندر ریکر کی تلاشی لینے لگا۔ تلاشی میں وہی چیزیں ملیں۔

پاسپورٹ... رومال... پرس.. سگریٹ کیس اور لائٹر۔

پرمود وہ ساری چیزیں لے کر واپس اپنی جگہ پر بیٹھا اور وہ چیزیں اپنے سامنے تپائی پر ڈالتا ہوا مندر ریکر سے بولا

"میرے ساتھیوں نے صرف انھی چیزوں کو نظر انداز کیا تھا۔ لہذا ان کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ اگر ان میں کچھ نہ ملا تو پھر میں سمجھوں گا کہ تم نے وہ نامعلوم چیز نگل لی ہے اور وہ تمھارے معدے میں پوشیدہ ہو گی"۔

"ہاں میں اسے نگل گیا ہوں" مندر ریکر نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ بالکل خائف نہیں معلوم ہوتا تھا۔

پرمود نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر پرس اٹھا کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کام میں اس نے دس منٹ صرف کیے۔ پھر پاسپورٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ رومال بے کار سی چیز تھی۔ اس کے بعد سگریٹ کیس اٹھایا۔ اسے کھولا۔ پھر بند کیا۔ انگلیوں سے بجا کر دیکھا۔ پھر کھولا۔ اس میں سے ایک سگریٹ نکالی۔ اس کا برانڈ دیکھا۔ پھر واپس رکھ دیا۔ خود بخود مسکرایا۔ پھر لائٹر اٹھایا۔ اسے کھول کر دیکھا اور اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اسے بھی تپائی پر رکھ دیا۔

عارف.. شاکر... اسلم... اور نوازش بالکل چپ تھے۔ کمرے کے ماحول پر ایک عجیب سی کیفیت چھا گئی تھی۔ ایک تناؤ سا پیدا ہو گیا تھا اور ہوا جیسے ان کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہی تھی۔

"اب وہ راز کھلنے والا ہے..... اب وہ راز کھلنے والا ہے"

پرمود نے صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی اور اپنی جیب سے سگریٹ نکال کر جلانے لگا۔

"کیوں.... کچھ ملا؟" مندر ریکر کا لہجہ تحقیر انہ تھا۔

پرمود نے بڑی سنجیدگی سے اپنے سر کو اثباتی حرکت دی۔

"لیکن یہ بات میرے سان و گمان میں بھی نہ تھی کہ وہ چیز اتنی چھوٹی ہو گی" پرمود نے کہا۔

دفعتاً مندر ریکر کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا۔ نوازش اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر حیرت کے آثار تھے، انھوں نے مندر ریکر کے چہرے کی کیفیت کو بدلتے ہوئے اچھی طرح محسوس کیا تھا اور ان کی حیرت دوچند ہو گئی تھی۔ پرمود نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لیا۔

"ذرا مجھے بھی بتاؤ"

مندر ریکر نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا، لیکن اس کے لہجے کی خفیف سی لرزش پرمود سے چھپی نہ رہ سکی۔

"ضرور بتاؤں گا"

پرمود نے کہا اور پھر آگے جھک کر سگریٹ کیس کھول لیا۔ اس میں سے ایک سگریٹ نکالی اور اسے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھ کر اتنی زور سے رگڑا کہ اس کا کاغذ پھٹ گیا اور تمباکو نکل پڑی۔ لیکن وہ صرف تمباکو ہی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

پرمود نے دوسری سگریٹ نکالی اور اس کا بھی یہی حشر کیا۔ پھر تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی.....

مندر ریکر کا چہرہ اب پتھر کی طرح بے جان ہو گیا تھا۔ ساتویں سگریٹ کو رگڑتے ہوئے پرمود کو اپنی ہتھیلیوں میں کوئی شے گرتی محسوس ہوئی۔ اس نے چٹکی سے اس کو پکڑ لیا۔ سگریٹ کی تمباکو اور اس کا کاغذ تپائی پر بکھر چکا تھا۔

"یہ کیا؟" نوازش کے منہ سے نکلا۔

"مائیکرو فلم کی ریل"

پرمود نے کہا اور فاتحانہ انداز میں مندر ریکر کی طرف دیکھنے لگا۔

مندر ریکر کا چہرہ اس وقت جذبات سے عاری تھا۔

"کیوں مندر ریکر۔ چپ کیوں ہو گئے؟ بولو" پرمود کی آواز میں چہکار تھی۔

مندر ریکر کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھری۔ پھیکی پھیکی سی مسکراہٹ ..... لیکن یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مسکراہٹ اس کے چہرے سے کوئی تعلق نہ رکھتی ہو۔

"تم جیت گئے" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔ "میرا خیال تھا کہ یہ فلم کوئی بھی نہ تلاش کر سکے گا"

"اب یہ تو بتا دو کہ اس فلم پر کیا اتارا گیا ہے؟" پرمود نے سوال کیا۔ "ظاہر ہے کہ جلد یا بدیر ہم اب اس بات کو معلوم کر ہی لیں گے"

"اس فلم پر تمھاری سروس کے چند سیکرٹ ایجنٹوں کی تصویریں اور ان کے بارے میں ساری تفصیل موجود ہے۔ یہ وہ ایجنٹ ہیں جن کو تمھاری سروس میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ان کا پورا ریکارڈ اس فلم میں محفوظ ہے"۔ مندر ریکر نے بتایا۔

پرمود نے سر ہلاتے ہوئے سوچا... تو میجر ریحان نے ریکارڈ روم میں جا کر ان لوگوں کی سروس فائلوں کے فوٹو لیے تھے، اور اگر یہ فلم راجیشیا کے پاس پہنچ جاتی تو بلگارنیہ کے کم از کم وہ ایجنٹ راجیشیا میں آ کر کام نہیں کر سکتے تھے۔ اگر وہ یہاں آتے تو ان کی گرفتاری یقینی تھی۔

"خوب" پرمود نے مسکرا کر مندر یکر کی طرف دیکھا۔ "کیا ایسی کوئی فلم تمھارے ساتھیوں کے پاس بھی تھی؟۔ میری مراد ان ساتھیوں سے ہے جو اصفہان ہوٹل میں مقیم تھے"

مندر یکر چونک کر پرمود کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں دوست" پرمود تے سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر کہا۔ "وہ دونوں بھی گرفتار کر لیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک مر چکا ہے لیکن دوسرا زندہ ہے۔ اور جس آدمی کے ساتھ وہ کار میں بھاگا تھا، وہ حادثے کا شکار ہو گیا تھا"۔ پرمود نے وہ واقعہ دہرایا اور پھر بولا

"جو بچ گیا ہے، اس نے اپنے بیان میں بتایا تھا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں اور اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ واقعی نہ ہو گی۔ ان میں سے کسی کے پاس بھی سگریٹ کیس موجود نہیں تھا۔ میرا خیال ہے کہ راجیشیائی سیکرٹ سروس کے لوگوں کو کام کرنا نہیں آتا۔ تم لوگوں کو چاہیے تھا کہ اصفہان ہوٹل میں قیام کے بعد اس بات کا اچھی طرح جائزہ لے لیتے کہ خطرے کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکے گا۔ تم لوگوں نے وہاں اس بات کا جائزہ نہیں کیا تھا اور اسی لیے تمھارے دونوں ساتھی پکڑے گئے۔ ان میں سے جو بچ گیا ہے، اس کے بیان کے مطابق انہیں ان کے ایک اور ساتھی نے خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ دراصل اس ساتھی نے ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک سے گفتگو کرتے دیکھ کر مجھے پہچان لیا تھا۔ تمھاری سروس کے بیشتر آدمی مجھے پہچاننے لگے ہیں، کیونکہ میں بروجر کا ہم شکل ہوں"۔

"خیر.... تو اس آدمی نے تمھارے ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کیا اور انھوں نے اسے ہدایت کی کہ وہ گاڑی لے کر ہوٹل کے عقبی دروازے میں پہنچے اور خود وہ دونوں بھی اپنے کمروں کو مقفل کر کے ہوٹل کے عقبی حصے میں گئے، لیکن اس ہوٹل میں کوئی عقبی دروازہ ہے ہی نہیں، چنانچہ انہیں واپس لوٹنا پڑا۔ تیسرا آدمی جو گاڑی لے کر ہوٹل کے عقب میں گیا تھا، اس نے کچھ عقل مندی کی۔ اسے جب وہاں عقبی دروازہ نہیں ملا تو واپس گاڑی لے کر ہوٹل کے سامنے آیا"۔

پرمود نے سگریٹ کا آخری کش لے کر اسے ایش ٹرے میں بجھایا اور بعد کی باتیں دہرانے لگا۔ اسی دوران میں اس نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر جب تمام باتیں بتا چکا تو نوازش سے بولا۔

"تمھارے پاس سائلنسر ہے؟"

"ہاں کیوں؟"

"ضرورت تھی"

عارف نے فوراً ہی پرمود کو اپنا ریوالور دیا جس میں سائلنسر فٹ تھا۔

"گُڈ"

پرمود نے اس کا ریوالور لے کر اپنے ہاتھ میں تولا اور پھر اپنی جیب سے نکالا ہوا ریوالور واپس رکھ لیا۔

مندر یکر اس کی حرکتوں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر جب سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کا رخ پرمود نے اس کی طرف کیا تو...

"کک... کیا مطلب" مندر یکر ہکلایا۔ اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔

"مطلب یہ کہ اب تم دوسرے جہان کی تفریح کے لیے روانہ ہو جاؤ"

پرمود کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔ مندر یکر جو اب تک اپنے آپ کو نڈر اور ماحول سے بے پرواظاہر کرنے کی کوشش کر تا رہا تھا، اچانک بری طرح خائف نظر آنے لگا۔

"کیا تم مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو؟"

پرمود نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنے سر کو اثباتی حرکت دی۔

"اگر اس وقت ہم میں سے کوئی تمہارے قبضے میں ہوتا تو کیا تم اسے زندہ چھوڑ دیتے؟ ہر گز نہیں... کسی بھی ملک کا سیکرٹ ایجنٹ ایسا نہیں کر سکتا میرے دوست.... ہم لوگوں کی زندگی ہی ایسی ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب سر پر تلوار لٹکی ہوئی نہ محسوس ہوتی ہو۔ یہ تلوار کسی وقت بھی گرتی ہے اور کام تمام کر دیتی ہے۔ تمھاری زندگی کے دن بھی پورے ہو چکے"

مندر یکر کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا، لیکن اس نے گڑ گڑا کر پرمود سے اپنی زندگی کی بھیک نہیں مانگی۔ اس نے اچانک ہی پرمود پر چھلانگ لگائی تھی مگر اسی لمحے پرمود نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ گوئی مندر یکر کی پیشانی پر پڑی اور ہڈی کو توڑتی ہوئی اندر دھنس گئی۔ مندر یکر اچھل کر گرا اور پل بھر کے لیے تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

"سنبھالو" پرمود نے عارف کا ریوالور اس کی طرف اچھال دیا اور پھر بولا

"اس کی لاش ٹھکانے لگا دو، کل صبح ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اب چند گھنٹے کی نیند لے لینا چاہیے"

اس کے بعد پرمود نے اپنی جیب سے لائٹر نکالا اور اسے جلا کر مائیکرو فلم سے قریب کر دیا۔ ایک شعلہ سا لپکا اور مائیکرو فلم خاک ہو چکی تھی۔

"اسے اپنے ساتھ لیے لیے پھرنا مناسب نہ ہوتا"

پرمود نے نوازش کی طرف دیکھتے ہوئے مائیکرو فلم کے بارے میں کہا۔

نوازش نے اپنے سر کو اثباتی حرکت دی اور مندر یکر کی لاش کی طرف دیکھنے لگا۔

✶ ✶ ✶ ✶

دوسری صبح پانچ بج کر دس منٹ پر راؤنسر سے ایک ٹرین روانہ ہوئی جس کے مختلف ڈبوں میں پرمود، نوازش اور اس کے ساتھی سفر کر رہے تھے۔ راج کنڈ پہنچنے تک ان کو کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وہاں پہنچتے ہی انھوں نے مقامی سینٹر سے رابطہ قائم کیا اور انہیں صورتحال سمجھا دی۔

پرمود، نوازش اور عابد پانچ دن وہیں رہے۔ پانچویں دن ان لوگوں کے پاسپورٹ تیار ہو چکے تھے۔ چھٹے دن وہ ہوائی جہاز سے زارستان کے دارلحکومت نقیب کی طرف پرواز کر گئے۔

پرمود سوچ رہا تھا کہ اورئینٹل ہوٹل میں میجر ریحان کی لاش مل چکی ہو گی۔ پولیس تحقیقات میں مصروف ہو گی، لیکن چند دن بعد وہی ہو گا جو سیکرٹ سروس کے اس قسم کے معاملات میں ہوتا ہے۔ اعلیٰ حکام کے اشارے پر پولیس ایک فرضی داستان بنا کر کیس فائل کر دے گی اور کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکے گا کہ قتل ہونے والا سیکرٹ سروس کا آدمی تھا۔

کاش قمار بازی کو ہمارے ملک میں سختی سے ممنوع قرار دے دیا جائے۔ پرمود نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ حکومت نہ جانے کیوں قمار بازی کے لیے لائسنس جاری کرتی ہے۔ کیا لائسنس کے سائے میں کھیلنے والا جوا لوگوں کی تباہی کا سبب نہیں بنتا؟

✶ ✶ ✶ ✶

ختم شُد

پرمود سیریز

ایچ اقبال
کی

https://boldromanticnovels.pk/

سی کے پروڈکشنز کوئٹہ

اور

جاسوسی نشست

کی مشترکہ کاوش